

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

علیکم لبسہ وسنۃ الخلفاء الراشدين المہدیین
الحکماء المکتمین بالرحمانیت

۹۹۔۔۔ جے ماڈل ٹاؤن۔ لاہور

سوالہ

رد بدعات

جس میں مندرجہ ذیل مسائل کی پوری تحقیق ہے

اسقاط میت - میت کو دفن کر کے چالیس قدم پر دعا کرنا - اہل میت کے
گھر فاتحہ کیلئے جمع ہونا - اہل میت کا دریا پر نہانا - اہل میت کے گھر کچھ روز تک گوشت
نہ آنے دینا - بچے کے خضہ کے وقت تلوار لے کر گھر لے ہونا اور بچہ کو ٹوکری میں رکھکر
بکری کے سر پر پٹھانا - خطبہ میں سنتیں پڑھنا مسئلہ توسل - ذکر لا الہ الا اللہ جمع ہو کر
ختم انبیاء تمام رات پڑھنا - اذان میں محمد کو نام پڑھنا پھر پڑھنا - ظہر احتیاطی پڑھنا انگریز
بال رکھنا - ڈاڑھی منڈانا - گیارہویں پیران پیر کھانے پر ختم - سماع موتی قبول کا کرانا - حدیث
قرن شیطان - اہل نجد کا ذکر - معنی بدعت - مسئلہ تقلید -

۳۲۴ مصنفہ عبداللہ امرتسری (مولوی فاضل)



معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مَجْلِسُ التَّحْقِيقِ الْإِسْلَامِيِّ کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ KitaboSunnat@gmail.com

🌐 www.KitaboSunnat.com

کتاب الجنائز
جلد ۱
صفحہ ۹۹-۱۰۰

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سوالات

- (۱) اسقاط میت جائز ہے یا نہ۔ کیونکہ لوگوں کا خیال ہے کہ میت کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔
- (۲) میت کو دفن کر کے قبرستان سے باہر اگر چالیس قدم پر دعائے خیر کرنا جائز ہے یا نہ؟
- (۳) اہل میت کے مکان پر کچھ روز تک متواتر روزانہ صبح وشام بغض فاتحہ جمع ہونا جائز ہے یا یہ؟
- (۴) میت کے وارثوں کا چار روز کے بعد دریا پر جا کر بغض پاک و صاف ہونے کے نہانا اور کپڑے دھونا جائز ہے یا نہ؟
- (۵) اہل میت کے مکان پر کچھ روز تک گوشت نہ آنے دینا جائز ہے یا نہ؟
- (۶) بچے کے قتل کے موقعہ پر تلوار لیکر کھڑے ہونا۔ اور بچہ کو ٹوکری میں رکھ کر بکے نے سر پر بٹھانا جائز ہے یا نہ؟
- (۷) خطبہ ثانیہ میں سنتوں کے لئے کھڑے ہونے کا ثبوت شرع میں ہے یا نہ؟
- (۸) مسئلہ توسل شرع میں کس طرح ہے؟
- (۹) ذکر لا الہ الا اللہ کا ختم انبیاء تمام رات مجتمع ہو کر کرنا درست ہے یا نہ؟ نیز اذان میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سنگراٹھوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھنے کیسے میں؟
- (۱۰) ظہر احتیاطی پڑھنا درست ہے یا نہیں؟
- (۱۱) انگریزی بال رکھنا جیسے آج کل اکثر نوعمر وغیرہ رکھتے ہیں۔ یہ درست ہے یا نہیں؟
- (۱۲) دائرہ منڈانا شرع میں کیسا ہے؟
- (۱۳) گیارہویں پیران پیر کی جو اکثر لوگ کرتے ہیں۔ اس کا شرع میں کیا ثبوت ہے؟
- (۱۴) طعام پر ختم دنیا جو کج کل، رولج ہے یہ بدعت ہے یا نہیں؟
- (۱۵) قبروں میں مردے سنتے ہیں یا نہیں؟

جوابات

از حافظ عبد اللہ امرتسری (روپڑ ضلع انبالہ (مولوی نازل)

سُبْحَانَكَ لَا إِلَهَ إِلَّا مَا عَظَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ

اسقاط میت تین وجہوں سے ناجائز ہے۔ اول یہ کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں خیر القرون میں یعنی صحابہ و تابعین و تبع تابعین میں اسقاط میت کا نام و نشان نہ تھا۔ حالانکہ ہمیشہ اس زمانہ مسعود میں اموات ہوتے تھے۔ مگر باوجود اس کے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے نہ صحابہ سے نہ تابعین سے نہ تبع تابعین سے نہ ائمہ دین سے اگر اس طریق سے گناہ معاف ہوتے تو کیا ان کو گناہ کی معافی کی ضرورت نہ تھی۔ یا وہ میت کے خیر خواہ نہ تھے۔ یا ان کو نیک کاموں کا شوق نہ تھا جب یہ سب باتیں تھیں۔ بلکہ ہم سے بڑھ کر وہ ایسی باتوں کا خیال رکھتے تھے۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ خیر القرون میں اس کا ثبوت نہیں۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسقاط سے میت کے گناہ معاف نہیں ہوتے۔ اور جب میت کے گناہ معاف نہ ہوئے۔ تو اس کا کرنا فضول ہوا اور فضول کام کو نیک کام سمجھ کر ناساخت گناہ ہے۔ اور اس کے رسول پر افتراء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من کذب علی متعمداً فلیتبوا مقعداً من النار (مشکوٰۃ) یعنی جو مجھ پر جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانا آگ میں بنائے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ جس کام کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ضرورت ہو اور اس کے کرنے سے کوئی نافع بھی نہ ہو۔ پھر اس کو کوئی نہ کرے تو وہ قطعی بدعت ہوتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من احدث فی امرنا هذا فالیس منه فعود (مشکوٰۃ) یعنی جو ہمارے دین میں نئی بات نکالے وہ مردود ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ایسا شخص لعنتی ہے۔ بلکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہر نیا کام دین میں مردود ہے۔ خواہ اس کی ضرورت ہو یا نہ پس اسقاط کرنے والوں کو چاہئے کہ یا تو خیر القرون سے اس کا ثبوت دیں یا خدا سے ڈریں۔ اور ایسے کاموں سے باز آئیں۔ جو بجائے ثواب کے خدا کی ناراضگی کا باعث ہیں۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ان الله لا ينظر الى صوركم واماواکم ولكن ينظر الى قلوبکم واعمالکم (مشکوٰۃ) یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں

اور مالوں کو نہیں دیکھتا۔ لیکن تمہارے دلوں اور غلوں کو دیکھتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے یہاں وہ بات قدر رکھتی ہے جو دل سے ہو۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ اسقاط میں جب قرآن مجید پھرایا جاتا ہے تو دل سے نیت بخشنے کی نہیں ہوتی۔ کیونکہ اگر چکر پورا نہ ہو۔ اور درمیان میں ہی ایک شخص ایک چلا جائے۔ اور کہے کہ جب مجھے بخش دیا گیا ہے۔ تو میری مرضی کسی کو بخشوں یا نہ۔ تو اسقاط کرنے والے اس کو برا منائیں گے۔ بلکہ کہیں گے کہ اسقاط نہیں ہوا۔ پس معلوم ہوا کہ یہ بخشنا برائے نام ہے۔ اور اللہ کو ایک طرح دھوکا دینا ہے۔ بھلا ایسے عمل سے اللہ خوش ہوگا یا ناراض؟

مبہمی کی طرف بہت لوگ جیلوں سے زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ تمام روپوں کی زکوٰۃ نکال کر ایک گھڑے میں ڈال کر اوپر سے گیسوں سے بھر کر فقیر کو دے دیتے ہیں۔ پھر فقیر کہتے ہیں کہ تم ان دانوں کو کیا کر گے۔ روپیہ دو روپیہ سے کم کو فروخت کر دو۔ فقیر بچارے کو کیا معلوم کہ دانوں کے نیچے روپے ہیں۔ وہ بچارہ دو روپیہ دو روپیہ غنیمت سمجھ کر بڑی خوشی سے فروخت کر دیتا ہے۔ زکوٰۃ دینے والے یہ خیال کرتے ہیں کہ ہماری زکوٰۃ ادا ہو گئی۔ کیونکہ ایک مرتبہ فقیر کے سپرد کر دی ہے۔ آگے وہ اپنی خوشی سے جس پر چاہے فروخت کر دے۔ اور یہ خیال نہیں کرتے کہ اس دھوکے سے فقیر تو دھوکا کھا سکتا ہے۔ مگر علام الغیوب تو دھوکا نہیں کھا سکتا۔ اب اسقاط کرنے والے بھی خدا کو دھوکے سے خوش کرنا چاہتے ہیں۔ کہ لفظ بخشش کا بولتے ہیں۔ اور اندر نیت نہیں ہوتی۔ مگر یاد رہے کہ جو خدا سے دھوکہ کر لیا۔ وہ خود دھوکہ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یخادعون اللہ وھو خادعھم یعنی وہ اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں۔ اور اللہ ان کو دھوکہ دیتا ہے۔ یعنی وہ اس فعل کے سبب سے دھوکے میں ہیں۔

(۲) ابوداؤد میں حدیث ہے۔ عن عثمان قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا فرغ من دفن المیت وقف علیہ وقال استغفر والاخیکم واسئلوا اللہ التثبت فانہ الان یسئل ترجمہ: یعنی عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دفن میت سے فارغ ہوتے تو اس پر کھڑے ہوتے اور فرماتے اپنے بھائی کے لئے بخشش مانگو اور ثابت قدمی کا سوال کرو کیونکہ وہ اس وقت سوال کیا جاتا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سنت طریق یہ ہے کہ وہیں کھڑے ہو کر بخشش کی دعا مانگی جائے۔ اور ثابت قدمی کا سوال کیا جائے۔ چالیس قدم پر اگر دعا کرنا سنت کے خلاف ہے۔ اور بدعت ہے جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق چھوڑ کر اپنی طرف سے کوئی طریقہ جاری کرے وہ رسول کی امت سے نہیں۔ مشکوٰۃ میں حدیث ہے۔ تین شخصوں نے عہد کیا۔ ایک نے کہا کہ میں ہمیشہ رات کو نماز پڑھوں گا۔ یعنی سوؤں گا نہیں۔ دوسرے نے کہا میں ہمیشہ

روزے رکھوں گا۔ کبھی افطار نہیں کروں گا۔ تیسرے نے کہا میں کبھی نکاح نہیں کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ہلکا ڈانٹا۔ اور کہا میں تم سے زیادہ پرہیزگار ہوں پھر میں سونا بھی ہوں۔ نماز بھی پڑھتا ہوں۔ روزہ بھی رکھتا ہوں۔ افطار بھی کرتا ہوں۔ نکاح بھی کرتا ہوں۔ کیا تم مجھ سے زیادہ پرہیزگار بننا چاہتے ہو؟ پھر آخر میں فرمایا۔ من رغب عن سنتی فلیس منی یعنی جو میرے طریقے سے منہ پھیرے وہ مجھ سے نہیں۔

(۱۱) مسند احمد میں جریر بن عبد اللہ بخاری سے روایت ہے۔ کہنا بعد الاجتماع الی اهل الميت وصنعة الطعام بعد دفن من الدنيا رزجہ یعنی اہل میت کی طرف جمع ہونا نیز کھانا تیار کرنا ہم سمجھتے تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہل میت کے گھر میں جمع ہونا نوحہ رعبی روئے پٹنے میں داخل ہے۔ نیز پہلے روز یا تیسرے روز یا ساتویں روز یا چالیسویں یا شش ماہی یا سالانہ جو کھا ناپکتا ہے۔ یہ بھی نوحہ میں داخل ہے۔ اور ابو داؤد میں حدیث ہے۔ لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم النائحة والمسقة یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے والی اور سننے والی پر لعنت کی ہے۔ اب جو لوگ اہل میت کے گھر میں صبح و شام جمع ہوتے ہیں۔ ان کو اس بات سے تو بہ کرنی چاہئے۔ ایسا نہ ہو۔ کہ ان کا یہ فعل نوحہ میں داخل ہو کر لعنت کا باعث ہو جائے۔ ثواب حاصل کرتے کرتے عذاب میں گرفتار ہو جائیں۔ اور اے کریمہ و محسبون انھم یحسبون صنعا کے نیچے آجائیں۔ یعنی سب سے زیادہ ٹوٹے والے ہو جائیں۔

(۱۲) جو تھے روز و ریا پر کپڑے دھونے کی وجہ یہی ہے۔ کہ ماتم کو نجاست کا سبب سمجھتے ہیں۔ تو اس بنا پر بدن پہلے پلید ہوں گے۔ کیونکہ ماتم کا اثر پہلے بدن پر پڑتا ہے۔ پھر کپڑوں پر تو یہ لوگ اتنے رفت تک پلید بدن اور پلید کپڑوں کے ساتھ نمازیں پڑھتے ہوں گے۔ اور اسی طرح پلیدی کی حالت میں مسجدوں میں تے جاتے ہوں گے۔ بلکہ ان کے نزدیک میت کا بدن اور کفن بطریقہ اولی پلید ہوتا ہو گا۔ یہاں تک کہ غسل سے بھی پاک نہیں ہوتا ہو گا۔ کیونکہ ماتم اسی کی جانب سے آیا ہے۔ اور اس سے معاذ اللہ لازم آئیگا کہ سب بزرگ پلیدی ہی دفن ہوتے ہوں۔ اور پلیدی کی حالت میں ان کا جنازہ چلنا جاتا ہو۔ اسی طرح معاذ اللہ ماتم کے دنوں کا کھانا پینا بھی پلید ہو گا۔ کیا یہ مسلمانوں کا عقیدہ ہو سکتا ہے یہ سب من گھڑت باتیں ہیں۔ جن کے ثبوت پر کوئی دلیل نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ماتم کو سبب لمات گناہ قرار دیتے ہیں۔ یہ لوگ نجاست سمجھتے ہیں۔ مشکوٰۃ میں حدیث ہے۔ ما یصیب المسلم من نصب ولا وصب ولا هم ولا حزن ولا اذى ولا غم حتی الشوكة یشاکھا الا کفر اللہ بھامن خطایا

یعنی مسلمان کو کوئی ٹھکان کوئی بیماری کوئی ٹکر کوئی صدمہ کوئی تکلیف کوئی غم نہیں پہنچتا۔ مگر اللہ تعالیٰ ان مصیبتوں کے ساتھ اس کے گناہوں کا کفارہ کر دیتا ہے۔ یعنی گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ دیکھئے مصیبتوں کے ساتھ انسان کیسا پاک ہوتا ہے۔ اب جو اس کے الٹ عقیدہ رکھے وہ رسول کے ماننے والا ہوا یا منکر؟

(۵) یہ کام چونکہ خاص طور پر ہندوؤں کے ہاں ہوتا ہے۔ اس لئے اگر کوئی مسلمان اون کی مشابہت کر لگا۔ تو انہیں میں شامل ہوگا۔ حدیث میں ہے من تشبه بقوم فهو منهم یعنی جو کسی قوم سے مشابہت کرے۔ وہ انہیں میں سے ہے۔ اس قسم کی روایتیں بہت ہیں۔ جن کی یہاں گنجائش نہیں۔ اس لئے ہم ایک آدھ حدیث پر اکتفا کرتے ہیں۔ مشکوٰۃ میں حدیث ہے۔

عن عمران بن حصین وابی برة قال خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في جنازة فرأى قوماً خدحوا رديتهم يمشون في قمص فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم افعل الجاهلية تاخذون البصنيع الجاهلية تشبهون لقد همت ان ادعوا عليكم دعوة ترجعون في غير صوركم قالوا فاجابوا ارد يترهم ولم يجرؤوا والذالك -

(ترجمہ) یعنی عمران بن حصین اور ابی برة سے روایت ہے۔ کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنازہ میں نکلے۔ آپ نے ایک قوم کو دیکھا جنہوں نے چادریں اتار رکھیں نقیصے صرف کرتوں میں جا رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈانٹ کر فرمایا۔ کیا جاہلیت کا فعل لیتے ہو۔ کیا جاہلیت سے مشابہت کرتے ہو۔ مینے قصد کیا کہ تم پر ایسی بد دعا کروں جس سے تمہاری صورتیں مسخ ہو جائیں۔

(۶) مشکوٰۃ میں ہے عن سمرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الغلام مرقتن بعقيقته تذببح عنده يوم السالع ويسمى ويحلق راسه یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لڑکا عقیقہ (نہ کرنے کے) باعث بند ہے ساتویں روز عقیقہ کیا جاوے۔ اور نام رکھا جاوے اور سرمٹا یا جائے۔ ایک روایت میں ہے۔ کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں ذبح کی جائیں۔ اور لڑکی کی طرف سے ایک نیز مشکوٰۃ میں حدیث ہے۔ عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قال عق رسول الله صلى الله عليه وسلم الحسن بشاة وقال يا فاطمة احلتي راسه وتصدقني بزنة شعرة فضة فوزناك فكان وزنه درهما وبعض درهم یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن کی طرف سے بکری کا عقیقہ کیا۔ اور فرمایا اے فاطمہ اس کا سرمٹا کر

بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کرہم نے بال تولے ایک درہم قدر یا بعض درہم قدر ہوئے۔ ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ لڑکے کا تصدق دو چیزیں ہیں۔ ساتویں دن عقیقہ کرنا۔ اور اس کے بالوں کے برابر چاندی دینا۔ اور تلوار لیکر کھڑے ہونا بالکل لغو حرکت ہے۔ اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ اس میں سکھوں سے مشابہت ہے۔ کیونکہ دلوے کو محافظ سمجھتے ہیں۔ اگر لوہا محافظ ہوتا۔ تو فوجی کوئی نہ مرنے کا اب جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تصدق بتایا ہوا نہ کرے۔ اور اپنی طرف سے تصدق بنا کر اس پر عمل کرے اور بیجا حرکات کا مرتکب ہو۔ وہ مسلمان کہلانے کا مستحق کس طرح ہو سکتا ہے۔ مشکوٰۃ میں حدیث ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جب تک تم اپنی خواہش کو بیک تابع نہ کرو گے۔ تم ایمان والے نہیں ہو سکتے۔ ایک روایت میں ہے مجھے اس ذات کی قسم ہے۔ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر اب موسیٰ علیہ السلام موجود ہوتے اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی تابعداری کرتے تو گمراہ ہو جاتے بلکہ موسیٰ علیہ السلام کو بھی میری تابعداری کے بغیر چارہ نہ ہوتا۔

جب اس قدر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تابعداری کی تاکید فرماتے ہیں۔ تو پھر کونسا مسلمان ہے۔ کہ کلمہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑھے۔ اور کرے وہ جو اس کے جی میں آئے۔ ہاں جب تک پیغمبری رہی۔ اللہ معاف کرے۔ آئندہ کیلئے ہو شیار ہو جانا چاہئے۔ اور ہر معاملہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو مقدم جاننا چاہئے۔ ختنہ میں بہت سے نئے کام لوگ کرتے ہیں۔ جن میں سے بعض کا ذکر تو سوال میں ہے۔ بعض کا ذکر سوال میں نہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مقررہ تاریخ پر درود و رکعت کے رشتہ دار اور قریبی بلائے جاتے ہیں۔ اور عام ضیافت ہوتی ہے۔ جس کا نام سنتیں رکھتے ہیں۔ بلکہ نبوتہ (ربا) لیا جاتا ہے۔ حالانکہ عہد نبوی کے بالکل خلاف ہے۔ مسند احمد جلد ۱ ص ۱۸۱ میں روایت ہے۔ کہ حضرت عثمان بن ابی العاص ختنہ کی ضیافت میں بلائے گئے۔ تو قبول نہ کی اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھی۔ اب بھی اگر مسلمانوں کی خوش قسمتی ہو۔ تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے پابند ہو جائیں۔ اور اپنی رسم و رواج قومی کو چھوڑ کر ان فضول خرچوں سے بچے رہیں۔ تو کیا اچھا ہو۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ آمین۔

(۷) مشکوٰۃ میں حدیث ہے۔ عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وهو یخطب اذا جاء احدکم والا امام یخطب فلیکر رکعتین ولینجو فیہما۔ یعنی جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں فرمایا۔ جب تم سے کوئی آئے۔ اور امام خطبہ پڑھ رہا ہو۔ تو ہلکی ہلکی دو رکعتیں پڑھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ اول خطبہ کی یاد دہش کی کوئی

شرط نہیں۔ بلکہ جب آئے پڑھو مسلمان کو چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان میں اپنی طرف سے ذرا کم و بیش نہ کرے۔ چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان متنی جیسے مشکوٰۃ میں حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ جمعہ میں فرمایا۔ اجلسوا یعنی بیٹھ جاؤ۔ عبد اللہ بن مسعود آ رہے تھے مسجد کے دروازے میں تھے کہ یہ ارشاد ان کے کان میں پڑا وہیں بیٹھ گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبد اللہ آگے آجا۔ پھر آگے آگئے۔ سو مسلمان کی یہی شان ہونی چاہئے کہ فرمان نبوی کے سامنے ذرا چون چرانہ کرے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہمیں سنت نبوی کا شوق دے۔ تاکہ بغیر کمی بیشی کے عامل ہو جائیں۔ آمین۔

(۸) مسئلہ توسل کی بابت آیہ کریمہ یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ سے استدلال کیا جاتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو۔ اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔ اور وسیلہ کے معنی یہ بیان کئے جاتے ہیں کہ بزرگوں کو اور پیروں فقیروں کو وسیلہ بناؤ۔ مگر ہم حیران ہیں کہ یہ معنی وسیلہ کے نہ تو قرآن و حدیث میں لکھے ہیں۔ نہ کسی لغت کی کتاب میں ملتے ہیں۔ نہ کسی صحابی یا امام سے منقول ہیں۔ پھر کیا مسلمان کی یہی شان ہے کہ محض اپنی رائے یا قیاس سے ایک معنی تجویز کر کے اللہ کی مراد قرار دے۔ مشکوٰۃ میں حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من قال فی القرآن براہ فیلین أو مقعدہ من النار یعنی جو قرآن میں اپنی رائے کا دخل دے وہ اپنا ٹھکانا آگ میں بنائے۔

اب ہم قرآن و حدیث سے وسیلہ کے معنی بتلاتے ہیں۔ امید ہے کہ جو سچا مسلمان ہے وہ ضرور سر جھکا دیگا۔ قرآن مجید میں سورہ بنی اسرائیل کی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اولئک الذین یدعون یتفقون الی ربهم الوسیلۃ اھم اقرب ویرجون رحمۃ ویمخفون عذابہ (ترجمہ) یعنی وہ لوگ جن کو یہ پکارتے ہیں۔ وہ خود اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں۔ جو انسان میں بہت نزدیک ہے۔ اور اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں۔ اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جتنا کوئی اللہ کا زیادہ نزدیک ہے۔ اتنا ہی وہ اللہ کی طرف زیادہ وسیلہ کا طالب ہے۔ مثلاً جیسے علیہ السلام یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بہت نزدیک ہیں۔ یا فرشتوں میں جبریل علیہ السلام اللہ کے بہت نزدیک ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ کونسا وسیلہ ہے۔ جس کے طالب اتنے بڑے بڑے لوگ ہیں۔ اگر کہیں کہ یہ اور نبیوں اور ولیوں کا وسیلہ پکڑتے ہیں۔ تو یہ ان کی سخت بے ادبی ہے۔ کیونکہ وسیلہ تو اپنے سے بڑے کا ہوتا ہے۔ تو آخر یہی کہنا پڑے گا۔ کہ وسیلہ سے مراد قرب الہی ہے یا طلسمی

کے سبب چھوٹے بڑے طالب ہیں۔ اور یہی معنی لغت کی کتابوں میں لکھے ہیں۔ چنانچہ قاموس میں ہے۔ **السُّلَّةُ** والواصلۃ المنزلۃ عند الملك والدراجۃ والعربة ودسّل الى الله تعالى توسیلاً لعل العمل لا یقرب بہ
ترجمہ: وسیلہ اور واسلہ کے معنی مرتبہ کے ہیں۔ جو بادشاہ کے پاس ہوتا ہے۔ اور درجہ کے ہیں۔ اور قرب کے
ہیں۔ اور رعب لوگ کہتے ہیں، اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈنا یعنی ایسا عمل کیا جس سے اللہ کی طرف قریب
ہو گیا۔ اور قرب الہی ڈھونڈھنے کا طریقہ بھی ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتلا گئے ہیں۔ چنانچہ مشکوٰۃ
میں حدیث ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سب سے بڑھ کر قرب الہی ڈھونڈنا
طریقہ اللہ کے فراموش ہونے سے یعنی انسان نماز روزہ اور دیگر ارکان اسلام کا پورا پورا عامل ہو رہے۔ پھر
فرمایا کہ انسان نفل نوافل کے ذریعہ سے اللہ کا قرب ڈھونڈنا بہت آسان ہے۔ یہاں تک کہ اس کی تمام طاقتیں
اللہ کی طاقتیں ہو جاتی ہیں۔ یعنی وہ اللہ کی مرضی کے بغیر اپنے سننے دیکھنے اور دیگر طاقتوں کو کسی جگہ
صرف نہیں کر سکتا۔ کیونکہ جب یہ چیزیں اللہ کی ہو گئیں۔ تو اسی کے حکم میں صرف ہوں گی۔ اور ویسے
تو ہماری طاقتیں بھی اللہ ہی کی ہیں۔ کیونکہ ہر چیز اللہ ہی کی ہے۔ مگر ہم سے پورے طور پر اس کی مرضی میں
صرف نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ بہت دفعہ خواہش انسانی کا غلبہ ہو کر مخالفت کر بیٹھتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ
ہماری طاقتوں کو اپنی نہیں فرماتا۔ اور جو قرب الہی میں ترقی کر جاتے ہیں۔ وہ مخالفت نہیں کر سکتے۔ اس
لئے ان کی طاقتیں اس لائق ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی اپنی طرف نسبت کرے۔ اس کی مثال ایسی ہے۔
جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمِشُّوْنَ عَلٰی الْاَرْضِ هَوْنًا وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ**
قَالُوْا سَلَامًا یعنی اللہ کے بندے وہ ہیں۔ جو زمین میں آمہنگی سے چلتے ہیں۔ یعنی تکبر نہیں کرتے
اور جب جاہل ان سے خطاب کرتے ہیں۔ یعنی جھگڑتے ہیں۔ تو ان کو جدائی کا سلام کہتے ہیں۔ دیکھئے اس
آیت میں اپنے خاصوں کو اللہ نے اپنے بندے کہا۔ حالانکہ سب اللہ کے بندے ہیں۔ مگر چونکہ
عام طور پر بندے بندگی کا حق ادا نہیں کرتے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ان کو اپنے بندے نہیں فرماتا
اور خاص فرمانبرداروں کو اپنے بندے فرماتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ جو معنی وسیلہ کے قرآن وحدیث سے
ثابت ہوں۔ وہی لینے چاہئیں اور جو طریقہ قرب الہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتلا گئے۔ اسی کو مضبوطی
سے پکڑنا چاہئے۔ اس کے سوا نجات کی کوئی صورت نہیں۔ شیخ سعدی مرحوم فرماتے ہیں۔

خلاف ہمہر کے رہ گزید کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

(9) ذکر کا طریقہ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتلا گئے ہیں۔ جس کی تفصیل کی یہاں گنجائش
نہیں۔ اور نہ ضرورت ہے۔ کیونکہ اس کی بابت مستقل کتابیں تصنیف ہو چکی ہیں۔ اگر کسی کو شوق ہو۔

توفیر دے سکتا ہے۔ سب سے بڑھ کر اس بارہ میں حزب المقبول ہے۔ جو مع ترجمہ و حواشی لاہور وغیرہ میں چھپ چکی ہے۔ اور وہ مختصر ہے اور جامع ہے۔ اور قیمت کل آٹھ آنے ہیں۔ البتہ یہاں پر عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہم ذکر کرتے ہیں جو اس محل کے نہایت مناسب ہے۔ جس سے معلوم ہو جائیگا۔ کہ عبادت میں اپنی طرف سے تھوڑا سا دخل دینا بھی سوء خاتمہ کا سبب ہے۔ اور وہ عبادت بجائے کار ثواب کے موجب لعنت ہو جاتی ہے۔ کیونکہ دین میں رائے کا کوئی دخل نہیں۔ درمی کے ص ۲ میں ہے۔

(ترجمہ) یعنی عبد اللہ بن مسعود کا شاگرد کہتا ہے (ہم عبد اللہ بن مسعود کے دروازہ پر صبح سے پہلے بیٹھے تھے کہ جب نکلیں تو ان کے ساتھ مسجد میں جائیں۔ اتنے میں ابو موسیٰ اشعری آئے فرمانے لگے۔ کیا ابو عبد الرحمن یعنی عبد اللہ بن مسعود نہیں نکلے۔ ہم نے کہا نہیں پھر ہمارے ساتھ بیٹھ گئے۔ یہاں تک کہ عبد اللہ بن مسعود نکلے۔ جب نکلے تو ہم سب مسجد میں جانے کیلئے نکلے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ ابو موسیٰ نے کہا اے ابو عبد الرحمن میں نے مسجد میں ایک نئی بات دیکھی ہے۔ الحمد للہ کوئی بری بات نہیں دیکھی۔ عبد اللہ بن مسعود نے کہا کیا دیکھا۔ کہا اگر آپ زندہ ہے تو معائنہ کر لینگے۔ کہا میں نے مسجد میں ایک قوم دیکھی ہے جو حلقے باندھے ہوئے نماز کا انتظار کر رہی ہے۔ ہر حلقہ میں ایک شخص ہے۔ اور ان کے ہاتھوں میں کنکریں۔ دریا نہ شخص کتا ہے۔ سو مرتبہ تکبیر پڑھو۔ وہ سو مرتبہ تکبیر پڑھتے ہیں۔ پھر کہتا ہے سو مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھو۔ سو مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھتے ہیں۔ پھر کہتا ہے سو مرتبہ تسبیح پڑھو۔ وہ سو مرتبہ تسبیح پڑھتے ہیں۔ عبد اللہ بن مسعود نے کہا۔ تو نے ان کو کیا کہا۔ کہا میں نے کچھ نہیں

کہنا مجلس علی باب عبد اللہ بن مسعود قبل صلوٰۃ الخدایۃ فاذا خرج مشینا معہ الی المسجد فجاءنا ابو موسیٰ الاشعری فقال اخرج الیکم ابو عبد الرحمن قلنا لا مجلس معنا حتی خرج فلما خرج قمنا الیہ جمیعاً فقال لہ ابو موسیٰ یا ابا عبد الرحمن انی رايت فی المسجد انفا مرا انکرته ولم ارا والحمد لله الا حیدرا قال فما هو فقال ان عشت فسترا قال رايت فی المسجد قوماً حلقاً جلوساً ينتظرون الصلوٰۃ فی کل حلقة رجل وفی یدیم حصی فیقول کبر وافیکن مائۃ یمقول همللوا مائۃ فیمللون مائۃ ویقول سبحوا مائۃ فیسبحون مائۃ قال فماذا قلت لهم قال ما قلت لهم شیئاً انتظا رایک او انتظرا امرک قال افلا امرتهم ان یعدوا سیئاتهم وضمنت لهم ان لا یضیع من حسناتهم ثم مضی ومضینا معہ حتی اتی حلقة من تلك الحلق فوقف علیہم فقال ما هذا الذی اراکم تصنعون قالوا

یا ابا عبد الرحمن تعد به التکبیر والتهلیل والتسبیح فقال عد واسیئاتکم فاناضامن ان لا یضیع من حسناتکم شیء ویحکم یا مامۃ محمد ما اسرع هلکتکم هؤلاء صحابۃ نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم متوافرون وهذه ثیابه لم تبیل وانیتہلم تکسر والذی نفسی بیدہ انکم لعلی ملۃ ہی اھلک من ملۃ محمد ومفتی بلب ضلالہ قالوا واللہ یا ابا عبد الرحمن ما اردنا الا الخیر قل وکم من مرید الخیر لزیصیبه ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدثنا ان قومًا یقرون القرآن لا یحاذرون راقیہم والیہم اللہ ما ددی لعل اکثرہم منکم یقرئون لعل اکثرہم منکم یقرئون سلمۃ رأینا عامۃ اولئک المخلوق یطاعوننا یوم النہر وان مع الخوارج

کیا ہے فرمایا بہت سے خیر کا ارادہ کرنے والے خیر کو کبھی نہیں پہنچیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حدیث سنائی ہے کہ ایک قوم ہوگی جو قرآن شریف پڑھے گی۔ مگر ان کے حلقوں سے نہیں اترے گا قسم اللہ کی میں نہیں جانتا کہ اکثر یہ تم سے ہوں پھر چلے گئے عمرو بن سلمہ کہتے ہیں کہ اکثر ان لوگوں کو ہم نے دیکھا کہ نہروان کے دن خارجیوں کی طرف ہو کر ہمارے ساتھ لڑتے تھے

دیکھئے یہ لوگ نماز کی انتظام میں ذکر خیر کرتے تھے۔ اور یہ کام بالکل نیک ہیں۔ صرف اتنی بات انہوں نے زیادہ کی تھی کہ سو سو کنکر ہاتھوں میں ہیں۔ اور ایک شخص درمیان بیٹھا ہوا کہتا ہے کہ پڑھو تو وہ پڑھتے ہیں اور بظاہر اس میں کوئی ہرج معلوم نہیں ہوتا۔ مگر چونکہ عبادت میں تھوڑی سی رائے کا دخل بھی ہے اس لئے اس کا اثر آخر یہ ہوا کہ یہ لوگ خارجی ہو گئے اب جو لوگ اسقاط کرتے ہیں۔ یا چالیس قدم پر دعا کرتے ہیں۔ یا میت کے گھر جمع ہوتے ہیں۔ یا لا الہ الا اللہ کا ذکر اپنی ہی طرز پر کرتے ہیں۔ یا اس قسم کے اور کام کرتے ہیں۔ ان کو اپنی فکر کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کسی مسلمان کا سوء خاتمہ نہ کرے۔ اور موت سے پہلے پہلے سنت نبوی پر قائم ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین صحابہ رضی اللہ عنہم کی عجیب حالت تھی۔ ہمیشہ ان کی ہی کوشش

کہا۔ آپ کے حکم کا منتظر ہوں۔ کہا تو نے ان کو یہ حکم نہ دیا کہ اپنی رائیاں گنوں تمہاری نیکیوں کا ذمہ دار ہوں کہ ضائع نہیں ہونگی۔ پھر مسجد میں آئے۔ یہاں تک کہ ان میں سے ایک حلقے پر کھڑے ہو کر فرلے گئے تم یہ کیا کرتے ہو۔ انہوں نے کہا اسے ابا عبد الرحمن کنکوں کے ساتھ تکبیر تہلیل تسبیح گنتے ہیں۔ فرمایا اپنی رائیاں گنوں نیکیوں کا میں ذمہ دار ہوں کہ ضائع نہیں ہونگی۔ اسے امت محمد تمہیں ہلاکی ہو تمہاری ہلاکت کس قدر جلدی ہے۔ یہ تمہارے نبی کے صحابہ کثرت سے موجود ہیں۔ اور یہ آپ کے کپڑے ابھی بوسیدہ نہیں ہوئے۔ اور برتن آپ کے نہیں گئے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ تمہارا مذہب فخر کے مذہب کا زیادہ راستی پر ہے۔ کیا تم گمراہی کا دروازہ کھولتے ہو انہوں نے کہا اسے ابو عبد الرحمن ہم نے خیر کی کارا وہ

کیا ہے فرمایا بہت سے خیر کا ارادہ کرنے والے خیر کو کبھی نہیں پہنچیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حدیث سنائی ہے کہ ایک قوم ہوگی جو قرآن شریف پڑھے گی۔ مگر ان کے حلقوں سے نہیں اترے گا قسم اللہ کی میں نہیں جانتا کہ اکثر یہ تم سے ہوں پھر چلے گئے عمرو بن سلمہ کہتے ہیں کہ اکثر ان لوگوں کو ہم نے دیکھا کہ نہروان کے دن خارجیوں کی طرف ہو کر ہمارے ساتھ لڑتے تھے

دیکھئے یہ لوگ نماز کی انتظام میں ذکر خیر کرتے تھے۔ اور یہ کام بالکل نیک ہیں۔ صرف اتنی بات انہوں نے زیادہ کی تھی کہ سو سو کنکر ہاتھوں میں ہیں۔ اور ایک شخص درمیان بیٹھا ہوا کہتا ہے کہ پڑھو تو وہ پڑھتے ہیں اور بظاہر اس میں کوئی ہرج معلوم نہیں ہوتا۔ مگر چونکہ عبادت میں تھوڑی سی رائے کا دخل بھی ہے اس لئے اس کا اثر آخر یہ ہوا کہ یہ لوگ خارجی ہو گئے اب جو لوگ اسقاط کرتے ہیں۔ یا چالیس قدم پر دعا کرتے ہیں۔ یا میت کے گھر جمع ہوتے ہیں۔ یا لا الہ الا اللہ کا ذکر اپنی ہی طرز پر کرتے ہیں۔ یا اس قسم کے اور کام کرتے ہیں۔ ان کو اپنی فکر کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کسی مسلمان کا سوء خاتمہ نہ کرے۔ اور موت سے پہلے پہلے سنت نبوی پر قائم ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین صحابہ رضی اللہ عنہم کی عجیب حالت تھی۔ ہمیشہ ان کی ہی کوشش

رہتی تھی کہ دین نبوی ذرا بدلتے نہ پائے جس محل میں آپ نے کوئی بات بتلائی ہے۔ اسی محل پر رہے۔
حرمی میں حدیث ہے۔

عن نافع ان رجلا عطس الى جنب عبد الله بن عمر قال الحمد لله والسلام على رسول الله قال ابن عمر وانا اقول الحمد لله والسلام على رسول الله وليس هكذا علمنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ان نقول الحمد لله على كل حال۔

ترجمہ: نافع سے مروی ہے کہ ایک شخص نے عبد اللہ بن عمر صحابی کے پاس چھینک لی اور کہا الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ اس پر عبد اللہ بن عمر نے فرمایا۔ کہ میں بھی یہ کہتا ہوں۔ لیکن یہ محل اس کلمہ کا نہیں۔ اس محل پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں الحمد للہ علی کل حال کہنے کی تعلیم دی ہے۔

پس اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جو شخص منون طریقہ میں کمی بیشی کرے وہ شخص مبتدع ہے۔ اور اس کا فعل بدعت ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بات کی تعلیم کی ہو اس کو اسی طرح کرنا چاہئے ورنہ وہ مردود ہوگا۔ دیکھئے اس شخص کا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام سبباً اگرچہ بظاہر اچھی بات تھی لیکن جب اس نے ایک محل منون طریقہ میں اپنی طرف سے والسلام علی رسول اللہ زیادہ کر دیا۔ تو عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر انکار فرمایا۔ اور کہا کہ یہ محل سلام صحیحے کا نہیں ہے بلکہ الحمد للہ علی کل حال کہنے کا محل ہے۔ بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ ہم میت کی روٹی پر ختم پڑھتے ہیں۔ تو کوئی برا فعل تو نہیں کرتے دعائیں اور قرآن شریف کی آیتیں پڑھتے ہیں۔ سو ان لوگوں کو سوچنا چاہئے کہ جس شخص نے والسلام علی رسول اللہ کہا تھا اس نے کیا برکات کیا تھیں؟ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا اسی طرح ختم مروج کو سمجھ لینا چاہئے۔ اور نمبر ۳ میں گذر چکا ہے اور نمبر ۴ میں بھی آئیگا کہ اس قسم کا کھانا نوحہ میں داخل ہے جو موجب لعنت ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ شرعی ثبوت کے بغیر کوئی کام نیکی نہیں بنتا۔ آپ خیال نہیں کرتے کہ پہلے التحیات میں اگر کوئی شخص درود کا کوئی کلمہ پڑھ لے تو کتب فقہ میں اس پر سجدہ ہو لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو میتہ المصلی وغیرہ بتلائیے یہ کیوں؟ اس لئے کہ شارع نے درود کو پہلے التحیات میں عبادت قرار نہیں دیا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اذان کے سب کلمات چار چار مرتبہ کہے اس میں کوئی برائی معلوم نہیں ہوتی اسی طرح اگر اذان کے اخیر میں لا الہ الا اللہ کے بجائے اتمھل ان لا الہ الا اللہ کہے تو اس میں بھی کوئی برائی معلوم نہیں ہوتی۔ اسی طرح رکوع اور سجدہ میں قرآن پڑھنے میں بھی کوئی برائی معلوم نہیں ہوتی۔ حالانکہ یہ سب فعل تاجز میں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح ثابت نہیں۔ اس کی

مثال ایسی ہے جیسے کوئی دس روپیہ کے نوٹ پر جہاں دس لکھا ہے۔ وہ بیس لکھ کر بازار بجائے یا ایک تصویر کے عوض ایسی دو تصویریں بنا کر بازار بجائے۔ تو بجائے زیادہ ملنے کے اصل رقم بھی ضائع گئی۔ کیونکہ شاہی سک تو فرو دیا۔ ٹھیک اسی طرح شرعی حکم میں ذرا سا فرق پڑنے سے وہ بجائے ثواب کے عذاب ہو جاتا ہے دیکھئے ان تین شخصوں نے جن کا ذکر ہم یہ میں گذر چکا ہے۔ جن سے ایک نے کہا تھا۔ کہ میں ہمیشہ ساری رات نماز پڑھا کر دو گنا دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزے رکھوں گا۔ تیسرے نے کہا میں نکاح نہیں کروں گا۔

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ڈانٹا اور فرمایا فمن رغب عن سنتي فليس مني یعنی جو میری سنت سے منہ پھیرے وہ مجھ سے نہیں۔ بتلائے ان تینوں نے کیا قصور کیا تھا یہی کہ انہوں نے محمدیؐ کو توڑ دیا۔ پس معلوم ہوا کہ اپنے خیال سے کسی بات کو نیکی سمجھ لینے سے نیکی نہیں بنتی بلکہ نیکی وہی ہے جس پر مہر محمدی ہو۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

طريقها سكة نبوية ضرب المدينة اشرف البلدان

یعنی اس مسئلہ پر ایسی ضرب ہے۔ جو سکہ نبویہ ہے مدینہ کی ضرب جو اشرف شہروں کا ہے۔ اس موقع پر ان لوگوں کو بھی خیال کرنا چاہئے۔ جو اذان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سکرانگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھ لیتے ہیں۔ کیونکہ یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔ اور جو لوگ اس کی بابت تکذیب شہور کرتے ہیں۔ وہ سخت غلطی میں ہیں۔ مقاصد سنی ادبی کے ۱۸۳۳-۱۸۳۴ میں ہے کہ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث ثابت نہیں۔ اسی طرح موضوعات شوکانی کے ص ۹ میں لکھا ہے۔ اس کے علاوہ مشکوٰۃ میں صحیح حدیث ہے۔ جس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔ کہ جب اذان سنو تو روضوں کے ساتھ ساتھ وہی کلمات کہو جو روضوں کہتا ہے۔ (رواحی علی الصلوٰۃ اور حلی الفلاح کے کہ ان کی جگہ لاجل ولا قوۃ الا باللہ کہو۔ پھر مجھ پر درود پڑھو۔ جو مجھ پر ایک مرتبہ پڑھے۔ اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ پھر میرے لئے وسیلہ مانگو وسیلہ جنت میں ایک درجہ ہے جو ایک ہی بندے کے لئے لائق ہے۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہوں گا۔ جو میرے لئے وسیلہ مانگے گا۔ اس کے لئے میری شفاعت حلال ہوگی۔

وسیلہ مانگنے کی دعا آپ نے یہ سکھائی ہے اللھم ربھذا الدعوة التامة والصلوة القا

مقام محمود الذی وعدتکم یعنی اے اللہ رب اس پکار پوری (افان) کے اور رب نماز قائم رہنے والی کے دے مجھ کو وسیلہ اور فضیلت اور اٹھا اس کو مقام محمود میں جو تو نے اس سے وعدہ کیا۔

ایک اور روایت میں ہے جو اذان سننے کے وقت مندرجہ ذیل دعا پڑھے۔ اس کے گناہ معاف

ہو جاتے ہیں۔ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَاَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُولُہٗ فَاِنَّ رُبَّ مُبْذٰلٍ وَّكَافٍ یُّشْرٰکُ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس حال میں کہ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد بندہ اس کا اور رسول اس کا ہے میں اس بات پر راضی ہوں کہ اللہ میرا رب ہے۔ اور رسول میرا محمد ہے۔ اور دین میرا اسلام ہے۔

دیکھئے سنت کے موافق عمل کرنے سے کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت حلال ہوتی ہے۔ کہیں گناہ معاف ہوتے ہیں۔ پھر کیا ضرورت ہے کہ شبہ والی باتوں میں پڑ کر اپنے ایمان کو خطرے میں ڈالیں اللہ ہمیں صحیح طریقوں پر چلنے کی توفیق بخشے اور خطرناک رستوں سے بچائے آمین کیا اچھا جواب بھی مسلمان صحابہ رضی اللہ عنہم کے قدم بقدم ہوئیں۔ تاکہ انہی جیسی ترقی دنیا میں پائیں اور قیامت کے روز انہیں کے زمرہ میں شامل ہو کر ساقی حوض کوثر کے ہاتھ سے پانی پینے کا شرف حاصل کریں۔ اگر اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کا سنت نبوی پر قائم کر کے یہ نعمت عطا فرمائے تو اس کی رحمت سے کیا بعید ہے۔ یا اللہ تو ایسا ہی کر آمین۔

نہر احتیاطی کی بڑی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ جمعہ کے شرائط میں شک ہے۔ اس لئے جمعہ پڑھ کر ظہر بھی پڑھ لینی چاہئے۔ اگر بالفرض جمعہ صحیح نہ ہو تو ظہر ہو جائیگی۔ مگر یہ بات ظاہر ہے کہ جب ایک شے کے لئے کوئی شرط ہو اور شرط کے نہ ہونے کا ہمیں یقین ہو جائے۔ تو اس میں شک کو نافضول ہے۔ اور اگر اس کا شرط ہونا ہی معلوم نہیں تو اس کا ہونا نہ ہونا یکساں ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس کو ایک مثال میں سمجھائیں۔ مثلاً ہم نماز کیلئے وضو کرنا چاہتے ہیں۔ مگر وضو کے لئے جو پانی ملا ہے۔ اس کے نجس ہونے کا ہمیں یقین ہے۔ تو اس صورت میں ہم تیمم کریں گے۔ کیونکہ تیمم وضو کا نائب ہے اب بتلادیں اس صورت میں پانی کے ہوتے ہوئے تیمم کی ضرورت کیوں ہوئی اس لئے کہ پانی کے لئے طہارت شرط ہے۔ جب پانی میں طہارت نہ ہونے کا یقین ہو گیا۔ تو تیمم کے مسئلہ پر عمل کر لیا۔ اور اگر ہمیں پانی کے لئے طہارت کا شرط ہونا معلوم نہ ہو یعنی کسی دلیل سے معلوم نہ ہو کہ وضو کے پانی کیلئے طہارت شرط ہے۔ اور یہ مسئلہ معلوم ہے کہ وضو کرنا فرض ہے۔ تو کیا ہم صورت میں صرف وضو کریں گے یا وضو اور تیمم دونوں جمع کریں گے ظاہر ہے کہ وضو پر اکتفا کریں گے۔ کیونکہ تیمم اس وقت ہوتا ہے جب وضو نہ ہو اور جب پانی کیلئے طہارت کا شرط ہونا معلوم نہیں تو نجس سے وضو صحیح ہوگا۔ پھر تیمم کا کیا عمل۔

جب یہ مثال سمجھ میں آگئی تو اب ہم پوچھتے ہیں کہ جمعہ کے لئے شہر کی شرط یا سلطان کی شرط

یا شہر میں ایک جگہ ہونے کی شرط ہے یا نہ۔ اگر شرط ہے تو جہاں یہ شرائط ہونگے۔ وہاں جمعہ صحیح ہوگا۔ جہاں نہیں ہونگے۔ جمعہ نہیں ہوگا۔ جمعہ پڑھ کر ظہر پڑھنے کی کوئی وجہ نہیں۔ اور اگر شرط نہیں یعنی کسی دلیل سے ان کا شرائط ہونا معلوم نہیں۔ اور خدا حکم دیتا ہے۔ کہ جمعہ پڑھو تو پھر جمعہ صحیح ہے اس میں شک ہی ہو کر ظہر پڑھنا اس کا کیا مطلب؟ اللہ اور اس کا رسول تو ایک فرض کرے اور ہم دونوں جمع کر لیں یہ تو ایسا ہوا جیسے ظہر کے چار فرضوں کی بجائے چھ پڑھ لیں۔ اسی واسطے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور اسی قین اماموں سے ظہر احتیاطی کی کوئی روایت نہیں ملتی اگر کوئی چار اماموں سے صحیح سند کیساتھ ثابت کر دے تو بڑی خوش قسمتی کی بات ہے۔ مگر ہم دعوے سے کہتے ہیں۔ کہ یہ ثابت نہیں۔ ہم نے اس بارہ میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔ اس کا نام اظفار الشمعہ ہے جس کو زیادہ تفصیل کی ضرورت ہو وہ مشکاکر دیکھے اس میں نہایت عجیب پیرائے میں اس مسئلہ پر اور دیگر شرائط جمعہ پر روشنی ڈالی ہے (۱۱) انگریزی بال رکھنا درست نہیں۔ کیونکہ عادات و دوطرح کے ہیں۔ ایک ساری دنیا کرتی ہے جیسے کھانا پینا پہنتا وغیرہ اس قسم سے تو یہاں کچھ تعلق نہیں کیونکہ شرع ان باتوں سے منع کرتی ہے جس سے انسان کے دین میں کچھ خلل آئے۔ دوسری قسم کے وہ ہیں جو کسی خاص قوم کے ہوتے ہیں۔ اگر وہ قوم بدوین ہے۔ تو یہ بلاشبہ منع ہیں۔ کیونکہ انسان کے دین میں خلل ڈالنے والے ہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے۔ کہ جب کسی قوم کے طور اطوار کسی کو پسند ہوتے ہیں۔ تو وہ قوم اُس کو اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اور جب وہ قوم اچھی معلوم ہونے لگتی ہے۔ تو دینی غیرت اُس کے دل سے نکل جاتی ہے پس یہی انسان کی آزادی کا باعث ہے۔ اس لئے شرع میں بردوں کی صحبت سے منع کیا ہے۔ اور غیر قوموں کے عادات سے بھی منع کیا ہے۔ بلکہ صرف منع ہی نہیں کیا۔ اس پر سخت وعید بھی سنائی۔ دیکھیئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا من تشبہ بقوم فهم ہم کیسی سخت وعید ہے۔ گویا صرف ان کے ساتھ مشابہت کرنے پر آنحضرت نے انہیں کے ساتھ ملا دیا بعض کتب الہیہ میں ہے لا تلبسوا ملائس اعدائکم ولا تشکونوا مساکن اعدائکم ولا تاكلوا ما اکل اعدائکم فتكونوا اعدائکم کما هم اعدائکم یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میرے دشمنوں کے لباس نہ پہنو نہ ان جیسے مکانوں میں ہو نہ ان کی طرح کھانا کھاؤ ورنہ میرے دشمن ہو جاؤ گے۔ جیسے وہ دشمن ہیں۔

(۱۲) ڈاکٹر ہی کا مسئلہ کسی پر مخفی نہیں اس کی بابت ایک نور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص ارشاد موجود ہے۔ "احفوا الشوارب واعفوا اللہی" (ترجمہ) یعنی لمبیں کٹواؤ اور ڈاکھیاں بڑھاؤ و دم یہ لفظ اس رسالہ کے چار حصے ہیں دو چھپر تیار ہیں۔ جسکی قیمت ہم ہے علاوہ محصولی۔ ملنے کا پتہ ناظم پبلشرز، راجہ پور، لاہور۔

علانیہ گناہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: کل امتی معافی الا المجاہدون یعنی میری تمام امت معاف ہے مگر علانیہ گناہ کرنے والے معاف نہیں۔ یوم جس کو اسلامی وضع پسند نہ ہو اور غیر قوموں کی وضع پسند کرے۔ یعنی اسلامی وضع پر اوروں کی وضع کو ترجیح دے۔ وہ بڑے خطرہ کے مقام میں ہے کیونکہ اس میں مذہب اسلام کی تحقیر ہے۔ چہارم غیر قوموں کی مشابہت میں جو وعید ہے۔ اس کا بھی وہ مستحق ہے۔ جب تک ہمارے وجودوں سے غیر قوموں کا قبضہ نہیں اٹھتا کیا اسلام والے ہم کہلا سکتے ہیں۔ اور مذہب اسلام کو فروغ ہو سکتا ہے۔ آہ جو استرہ ہم ڈاڑھیوں پر پھیرتے ہیں وہ حقیقت شرع محمدی پر پھرتا ہے۔ کیونکہ ڈاڑھی کا بڑھانا شرع محمدی ہی کی تعلیم ہے۔ خدا مسلمانوں کو ہدایت کرے۔ کہ پہلے وہ اپنی شکلوں سے غیر قوموں کا قبضہ اٹھائیں۔ پھر خدا کے فضل سے مکہ مدینہ سے بھی قبضہ اٹھ جائیگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ سینکڑوں کوس سے قسطنطنیہ کے چین جانے پر ہمارے بھائی مسلمان داویلا کہتے ہیں۔ لیکن اپنے وجودوں پر غیروں کا قبضہ ہونے پر کوئی داویلا نہیں کرتا۔ سچ ہے ما بقی من الاسلام الا اسمہ وما یبقی من القرآن الا رسمہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ آخر زمانہ میں اسلام کا نام ہی باقی رہ جائیگا۔ اور قرآن بھی رواجی طور پر پڑھا جاویگا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

۳۱ گیارہویں کنی بالکل حرام ہے۔ کیونکہ عبادت کی کل تین قسمیں ہیں۔ مالی۔ قولی۔ بدنی۔ مالی کسی کے نام پر مال خرچ کرنا۔ قولی زبان سے کسی کا ورد و وظیفہ کرنا۔ بدنی رکوع سجود دست بستہ کھڑے ہونا وغیرہ سو یہ تینوں قسمیں اللہ کا حق ہیں۔ چنانچہ التحیات میں اور ایک نعت میں ہم اس بات کا ہر روز کئی بار اقرار کرتے ہیں۔ کہ ہر قسم کی عبادت اللہ ہی کے لئے ہے۔ گیارہویں میں چونکہ پیر صاحب کے نام پر مال خرچ کیا جاتا ہے جس سے مقصد تقرب لغیر اللہ ہے۔ اس لئے یہ پیر صاحب کی مالی عبادت ہوئی۔ جو صریح شرک ہے۔ ماوراء کمال اللہ کے نام پر دیا جائے۔ تو مقصود اس سے صرف پیر صاحب کی روح کو ثواب پہنچانا ہو تب بھی حرام ہے۔ کیونکہ صدقہ کیلئے اس طرح کا اہتمام اور تاریخ مقرر کرنا بدعت ہے۔ چنانچہ نمبر ۱۵ میں اس کا بیان گزر چکا ہے۔ کہ عبادت میں اپنی طرف سے اضافہ نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ تابعین تبع تابعین کے زمانہ میں ہوتا تھا۔ اس سے سروسرفاوت نہ کرنا چاہئے۔ ورنہ وہ عمل بجائے ثواب کے موجب عذاب ہوگا۔ جس سے سو خاتمہ کا اندیشہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صدقہ کا دستور یہ تھا کہ جب کسی کو کچھ میسر ہوتا وہ اللہ کے نام پر دیدیتا۔ اور اس کا ثواب میت کو پہنچا دیتا۔ وہاں پر یہ قیود تاریخی وغیرہ نہیں۔ صرف نیت ہی سے ایصال ثواب ہو جاتا۔ کیونکہ وہ عمل اس دربار الہی میں جاتا ہے جو دلوں

کے رازوں سے واقف ہے۔ مشکوٰۃ میں حدیث ہے۔ عن سعد بن عبادۃ قال یا رسول اللہ ان ام سعد ماتت فای صدقة افضل قال الماء فخر یا قال هذا لام سعد۔ یعنی۔ سعد بن عبادہ سے روایت ہے۔ کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ میری ماں مر گئی۔ پس کونسا صدقہ افضل ہے۔ فرمایا آپ نے پانی۔ پس سعد نے ایک کنواں کھدوا دیا اور فرمایا یہ ماں سعد کی طرف سے ہے ویکمے یہاں دن کی تعین کا نام و نشان نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بتلادیا اس نے کوئی تاریخ مقرر نہیں کی۔ اب بھی اگر کسی کی روح کو ثواب پہونچانا ہو تو اپنی طرف سے کوئی دن مقرر نہ کرے اور نہ ثواب کی بجائے عذاب ہوگا۔ گیارہویں کا نام گیارہویں رکھنا ہی گویا دن کی تعین ہے۔ تو یہ کس طرح جائز ہو سکتی ہے۔ اسی طرح کھانا بھی اپنی طرف سے معین نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ کبھی نقدی ویدی کبھی لکھی کو کپڑا ہندا دیا کبھی کسی کا قرض ادا کر دیا کبھی کسی کو کتاب لے دی کبھی حج کر دیا کبھی قربانی کر دی غرض موقع ہو قلعہ حسب توفیق جو آسان ہو کر تار ہے۔ کبھی کچھ کبھی کچھ۔ کیونکہ اپنی طرف سے جیسے دن کی تعین جائز نہیں دیے ہی کھانے کی تعین بھی جائز نہیں۔

(۱۷) ختم بھی بدعت ہے کیونکہ میت کا کھانا آگے رکھ کر فاتحہ یا درود پڑھنے کی بابت خیر قروں سے بالکل ثبوت نہیں ہے۔ بلکہ اس طرح کا کھانا نو حرمین داخل ہے یعنی ماتم میں داخل ہے۔ چنانچہ نمبر ۱۸ میں گذر چکا

ملہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ کھانا آگے رکھ کر یہ میت کی طرف سے ہے اور اس کے ثواب پہونچائے کیلئے ہے۔ یہ اس حدیث سے جائز معلوم ہوتا ہے۔ مگر یہ ٹول غلطی ہے کیونکہ کھانا یا زمین وغیرہ کو کوئی ایسی شے نہیں کر سکتی کہ کو کپڑا دے اس میں تو زبان ہی سے کہنے سے ملکتا ہے اور کبھی بڑا فلاں کھانے وغیرہ کے کیونکہ کھانا مثلاً کھلا دیا۔ ثواب یہ کتنا افضل ہے کہ فلاں کے ثواب کیلئے ہے۔ اس کے علاوہ گھر و یا کایہ کہنا کہ یہ فلاں کے ثواب کیلئے ہے۔ بے حق کل اس کا مطلب کچھ اور ہے وہ یہ کہ فلاں اس کھانے پر ختم پڑے تاکہ دے کو ثواب پہونچے بتائے سعد نے کنوئیں پر کسی ملاں سے ختم پڑا ہوا یا تھاہ اور اس سے ایک اور بات بھی واضح ہو گئی۔ وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فہرود بنے قربانی دیئے اور نہ حج کرنے کے وقت پہلے آئے کریمہ انی و جعت و جعتی اور آیت کریمہ ان صلواتی و مشکلی الی قولہ ادا ل المسلمین پڑھی پھر قربانی یعنی لے اللہ قربانی کا حیوان تیرا ہی دیا ہو ہے اور تیرے ہی لئے فوج کرتا ہوں محمد کی طرف سے اور امت محمد کی طرف سے اس بھی بعض لوگ کہتے ہیں کہ بدعتی پر ختم درست ہے حالانکہ ختم اس کو کوئی تعلق نہیں کیونکہ ختم دوسرے سے پڑا ہوا یا جاتا ہے اور یہ دعا عمل کرنے والے نے خود پڑھی ہے۔ اس کے علاوہ یہ قربانی کی دعا ہے جیسے وضوء کے وقت کلمہ شہادت پڑھ کر یہ دعا پڑھتے ہیں اللہم اجعلنی من التوابین واجعلنی تواب اور روزے کی افطار کے وقت یہ دعا پڑھتے ہیں۔ اللہم لاک صحت و علی ذلک اذ ظلمت و لک امنت۔ اسی طرح طے میں سے ہانکی دعا بھی ہے پس جانکی دعا ہونے جانکی دعا جس کی صحت کلموں دعا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائی اس کی بابت کھانا کھلانے کی بھی کوئی دعا سکھائی ہے و اگر کسی کو پس بخت ہو۔ تو پیش کرے۔ تاکہ وہ دعا ہم بھی پڑھیں اور لوگوں کو بھی اس کے پڑھنے کی ترغیب دیں مگر ختم پڑھی جائز نہیں ہوگا کیونکہ وہ دوسرے سے پڑھا یا جاتا ہے کیا روزے کی افطاری کے وقت اور دوسری کے پاس یا ٹی وغیرہ میں جانے کی دعاؤں یا وضوء کے وقت کی دعا کو ختم کہا ہے؟ ہرگز نہیں۔ بہر صورت ملا کے آگے کھانا رکھ کر ختم پڑا ہوا تھا اور ملا کا اس پر ختم پڑنا جیسے اجلی رواج ہے یہ بالکل بدعت ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں چنانچہ نمبر ۱۸ میں اس کی تفصیل آتی ہے ان شاء اللہ۔

ہے۔ کما بعد الاجتماع الى اهل الميت وصنعة الطعام بعد دفنه من النياحة۔ یعنی اہل میت کی طرف جمع ہونا اور اس کے دفن کے بعد کھانا تیار کرنا ہم نوحہ (رونا پینا) سمجھتے تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس طرح کا اجتماع کھانے وغیرہ کی خاطر جیسے اب رواج ہے۔ نوحہ میں داخل ہے اور نوحہ لعنت کا سبب ہے۔ کیونکہ یہ جاہلیت کی رسم ہے۔ چنانچہ ابو داؤد میں ہے کہ نوحہ کرنے والی اور سننے والی ملعونہ ہے۔ پس ایسے کھانوں سے بچنا چاہئے۔ جو ثواب کے بجائے لعنت کا سبب ہو جائیں۔ روحوں کے ثواب پہونچانیکا وہی طریقہ ہے جو نمبر ۱۳ میں گذر چکا ہے۔ یعنی نہ دن کی تعیین نہ روٹی پر پڑھنا۔ بلکہ جو کچھ دینا ہو بغیر تعیین دن و تاریخ کے اللہ کے نام پر دیوے۔ مثلاً کبھی کسی کو کپڑا بنادے کبھی کسی کو حج کراوے۔ کبھی کسی غریب کا قرض ادا کرے۔ کبھی کسی طالب علم کو کتاب لے دے کبھی کسی سولی کا سوال پورا کر دے۔ یا سال بسال ایک قبیلہ زیادہ کرتا رہے۔ غرض جیسے عام طور پر موقیع موقیع حسب توفیق ہر شخص دیتا ہے۔ اسی طرح دے۔ اور نیت یہ کرے کہ اس کا ثواب فلاں کو پہنچے۔ سو انشا اللہ پہونچ جاوے گا۔ کیونکہ علام الغیوب دلوں کے رازوں سے واقف ہے۔ جس کی نیت یہ کرے گا وہ جانتا ہے۔

اس مسئلہ کی تفصیل کچھ مقامات میں بھی گذر چکی ہے۔ جس میں اس سوال کا جواب ہے۔ کہ میت کی روٹی پر ختم پڑھتے ہیں۔ تو کوئی برا فعل تو نہیں کرتے۔ دعائیں اور قرآن شریف کی آیتیں ہی پڑھتے ہیں۔

(۱۵) ہم یہاں علماء حنفیہ وغیرہ کے اقوال ذکر کرتے ہیں جن کے ضمن میں اس سوال کا جواب بھی ہوگا اہل اہل کے سوالوں کے جوابات کی بھی تائید ہوگی۔ تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں۔ لا يجوز ما يفعل الجهال بقبور الاولياء والشهداء من السجود والطواف حولها واتخاذ المذبح والمساجد عليها ومن الاجتماع بعد الحول كالا عياد ويسمونه عرسا۔ یعنی جو کچھ جاہل لوگ ویسوں اور شہیدوں کی قبروں کے کرتے ہیں جائز نہیں۔ جیسے ان کی قبروں کو سجدہ کرتا۔ اور ارد گرد طواف کرنا۔ اس پر گنبد یا مسجد بنانا۔ اور سال بسال عید کی طرح جمع ہونا اور اس کا نام عرس رکھنا؟

فتح عبدالحق رحمہ اللہ ہی مدارج النبوت میں لکھتے ہیں۔ عادت نبو کہ برائے میت جمع شوند و قرآن خوانند و ختمات خوانند نہ بر سر گوردہ غیر آں و ایں مجموع بدعت است۔ یعنی میت کیلئے جمع ہونا اور قرآن خوانی اور ختم خواہ قبر ہو یا اور جگہ یہ رب بدعت ہے۔

شیخ علی تقی استاذ الائمة و شیخ عبدالحق صاحب رسالہ رد بدعات میں لکھتے ہیں۔ الاجتماع للقراءة بالقرآن علی الميت بالتخصیص فی المقبرة او المسجد او البيت بدعت من مونی میت کی

مترجم

قرآن خوانی کے لئے خاص کر جمع ہونا۔ قبر پر یا مسجد یا گھر میں بدعت مذمومہ ہے۔

آئندہ رسالہ روایات میں کہتے ہیں۔ ومن المنکرات المعروفات فی زماننا احضار الحلاوی فی المساجد ای فی لیلۃ من شہر رمضان واکل الجبوب السبعة لیوم عاشوراء والاجتماع علی المقابلة فی الیوم الثالث وتقسیم الورد الطیب والتمار وغیرھا ثمہ والا طعام فی الايام المخصوصات کالثالث والخامس والتاسع والعاشر والعشرون والاربعین والشہر السادس (انتہی ملخصاً) ترجمہ یعنی بری باتوں سے جو ہمارے زمانہ میں مشہور ہیں۔ رمضان کے مہینہ میں مسجدوں میں حلوہ لانا یعنی رمضان کی رات خصوصیت کے ساتھ اور عاشوراء کے دن کھانا پکاتا (جسے حلیم وکچرا کوٹا وغیرہ کہتے ہیں) اور قبر پر تیسرے روز جمع ہونا اور اس جگہ خوشبود وغیرہ تقسیم کرنا اور خاص خاص دنوں میں کھانا کھلانا جیسے تیجر۔ پانچواں۔ نواں۔ دسواں۔ بیسواں۔ چالیسواں شش ماہی (برسی)

اسی طرح فتوے برازیہ اور جامع الروایات اور خلاصہ میں ہے۔ اور شاہ ولی اللہ صاحب وصیت نامہ میں لکھتے ہیں۔ از بدعات شنیعہ ما مردم اسراف است در ماتھا دسوم وچہلم و ششماہی و فائز و سالینہ و این ہمہ را در عرب اول وجود نبوہ مصلوحت آنت کہ غیر تفریہ و ارثان میت تاسہ روز و طعام ایشان یکشباں روز رسمے نباشد یعنی ہمارے لوگوں کی سخت بدعات میں سے ہے تاہم میں فضول خرچی اور تیجر اور چالیسواں اور شش ماہی اور فاتحہ اور برسی اور ان تمام کا عرب اول (فیرون) میں وجود نہ تھا۔ مصلوحت یہ ہے کہ میت کے وارثوں کی تسلی تین روز تک اور ایک دن رات میت کے وارثوں کو کھانا کھلانا ان دونوں کاموں کے سوا کوئی رسم نہ ہونی چاہئے۔

فتح القدر کتاب الجنائز میں حنفیہ کے سر تاج ابن الہمام لکھتے ہیں۔ ہذا عند اکثر مشائخنا دھو ان المیت لا یسمع عذہجر۔ یعنی ہمارے اکثر مشائخ اس پر ہیں کہ میت نہیں سنتی۔ اور کافی شرح وافی باب بیان احکام الیمین میں ہے۔ والمقصود من الکلام الافہام وذا بالاستماع وذا لا یحقق بعد الموت یعنی مقصود کلام سے اپنا ما فی النہمیر بتلانا ہے۔ اور یہ سنانے کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور نہ نائیت میں پایا نہیں جاتا۔

اصطلاح یعنی شرح کنز الخواص شریک و غیرہ میں ہے۔ اس قسم کی روایتیں بہت ہیں۔ ہم نے بقدر ضرورت پر اکتفا کیا ہے۔ ماقول وکفی اخیر مما کثر والہی۔ لیکن ایک روایت اور ذکر کرنے کی ضرورت ہے۔ جس میں خاص امام ابو حنیفہ صاحب کا واقعہ مذکور ہے۔ غالباً وہ نہایت ہی مفید ہوگی۔

غرائب فی تحقیق المذاهب میں ہے۔

رای الامام ابو حنیفہ من یاتی القبور لاهل
الصلاح فیسلم و یخاطب و یتکلم و یقول یا اهل
القبور هلکم من خیر و هل عندکم من اثرانی
اتینکم و نادیتکم من شہور و لیس سوالی منکم
الا الدعاء فهل دریتم ام غفلتم فسمع ابو
حنیفہ یقول یخاطبہم فقال هل اجابوا
لک قال لا فقال له سحقا لک و تربت ید الہ
کیف نلکم اجساد الہ یستطیعون جوابا و لا
یملکون شیئا و لا یسمعون صوتا و قرا و ما
انت بمسمع من فی القبور۔

(ترجمہ) یعنی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ نے ایک شخص کو
دیکھا جو صالحین کی قبروں پر آتا پس سلام ڈالتا اور
ان سے خطاب کرتا اور کلام کرتا اور کہتا کہ اے اہل
قبر کیا تمہارے لئے بھلائی ہے۔ کیا تمہارے پاس
کوئی نشان ہے۔ میں تمہارے پاس کئی ماہ سے آتا ہوں
اور پکارتا ہوں اور میرے سوال تم سے صرف دعا کہے
کیا تم نے جانا یا غافل رہے ہیں امام ابو حنیفہ نے جب
یہ سنا تو اس شخص کو ان بزرگوں کے حق میں مخاطب کرتے
ہوئے فرمایا۔ انہوں نے تیری بات کو قبول کیا کہا نہیں
فرمایا تجھ پر پھینکا رہو۔ اور تو ذلیل ہو جائے تو ایسے جنوں کے

کیوں کلام کرتا ہے جو نہ جواب کی طاقت رکھتے ہیں۔ نہ کسی شے کا اختیار رکھتے ہیں۔ نہ آواز سننے میں اور
یہ آیت پڑی و ما انت بمسمع من فی القبور یعنی تو اہل قبر کو نہیں سنا سکتا؟

اب ان لوگوں پر کتنا افسوس ہے۔ کہ باوجود حنفی کہلانے کے اپنے امام کی تعلیم کی پرواہ نہیں
کرتے اور صاف کہتے ہیں کہ بزرگ سنتے ہیں۔ بلکہ ان کو عالم الغیب مانتے ہیں۔ جو قرآن و حدیث
اور بزرگان دین کے بالکل خلاف عقیدہ ہے۔ ہاں وحی کے ذریعہ سے جو بات اللہ چاہے نبی کو
معلوم ہو سکتی ہے۔ دوسری ہمیں چنانچہ سورہ جن میں ارشاد ہے۔ فلا یظہر علی غیبہ الا من ارضی من
رسلنا لہ یسلک من ینزیدہ ومن خلفہ رصدا لعلہ ان قد بلغوا رسالنا لینی (اللہ تعالیٰ) اپنے غیب پر کسی کو مطلع
نہیں کرتا مگر جس کو اپنے رسولوں سے پسند کرے پس اس رسول کے آگے پیچھے پہرے کر دیتا ہے تاکہ
ظاہر کر دے۔ کہ رسولوں نے اپنے رب کے پیغام پہنچا دیے یعنی جو کچھ وحی ہوئی تھی۔ اس میں کسی
شیطان کے دخل سے کمی بیشی نہیں ہوئی۔ بلکہ ٹھیک ٹھیک رسولوں نے بندگان خدا کو پہنچا دی۔

دیکھئے اس آیت میں صاف وحی کا ذکر ہے۔ پس جس بات کی وحی ہوگی وہی معلوم ہوگی نہ ہر
بات۔ اس لئے کئی باتوں کا نبی کو علم نہیں ہوتا۔ چنانچہ اسی آیت میں فلا یظہر علی غیبہ سے پہلے یہ الفاظ
ہیں قل ان آدم ما توعد ان ام یجعل لہ ربی املا عالم الغیب۔ الا یہ یعنی اے محمد تو ان کو کہہ دے
مجھے معلوم نہیں کہ جس عذاب کا تم وعدہ دیے جاتے ہو۔ وہ قریب ہے یا میرے رب نے اس کے لئے

ایک مدت کر دی ہے۔ وہ عالم الغیب ہے۔ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ الخ
 سورہ توبہ میں ارشاد ہے جو مدینہ شریف میں آئے تھے وہ جن کے لئے منافعوں و ممالک اللہ مردود علی
 لا تعلم نحن نعلم یعنی ارد گرد تمہارے جنگلوں سے کئی منافعی ہیں۔ اور مدینہ والوں سے بھی کئی منافعی ہیں
 جو نفاق پر اترے ہوئے ہیں۔ جن کو داسے محمد اور کوئی تو کیا جانے گا، تو بھی نہیں جانتا۔ ہم جانتے ہیں
 ہماری اس حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ جو شخص یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل کی بات
 جانتے ہیں اس نے بڑا بہتان باندھا۔ نیز بخاری مسلم میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے
 ہیں۔ قیامت کے دن میں حوض کوثر پر ہوں گا۔ کئی لوگ میرے پاس آنے سے روک جائیں گے میں کہوں گا
 یہ تو مجھ سے ہیں مجھے جواب ملیگا تجھے معلوم نہیں کہ انہوں نے تیرے بعد کیا کیا بدعات نکالیں ہیں کہوں گا
 لعنت ہو اس پر جس نے میرے بعد دین کو بدلا۔ اور فقہ کی کتاب فتاویٰ قاضی خاں اور بحر الرائق شرح
 کتہ الدقائق وغیرہ میں لکھا ہے کہ جو شخص نکاح کے وقت خدا رسول کو گواہ کرے وہ کافر ہے۔ کیونکہ
 اس نے رسول کو حاضر ناظر جانا خدا ان لوگوں کو سمجھ دے اور راہ راست کی توفیق بخشے۔ آمین۔
 واخذ رد عوننا ان الحمد للہ رب العالمین۔

یہ رسالہ محض مسلمان بھائیوں کی توجہ کے قابل ہے۔ راہ اللہ اس کو بغور ملاحظہ فرما کر باطل سے
 حق کی طرف رجوع کرنے کی کوشش کریں۔ کیونکہ مذکورہ بالا مسائل اس غرض سے لکھے گئے ہیں۔ کہ
 دنیا میں نہایت خوفناک واقعات دیکھے جاتے ہیں جن سے انسان کے خارج از اسلام ہونے کا
 خیال آجاتا ہے۔ اس لئے اس رسالہ کے مطالعہ سے امید ہے کہ وہ ضرور ہدایت حاصل کر کے دنگ
 فواجلال میں سرخرو ہونے کی کوشش کریں گے۔

✱

(ضمیمہ رسالہ رد بدعات)

الاستفتاء

از بھیڑی
۳۱ اکتوبر ۱۹۲۷ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جناب حافظ مولانا عبدالمد صاحب - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

شیخ عبدالحی محمد دہلوی نے اپنی کتاب جذب القلوب کے چودھویں باب میں حسب ذیل احادیث نقل کرنے سے پہلے آپ تحریر فرماتے ہیں کہ "از نقل ثقات بطرق متعددہ بعضے ازال بدرجہ صحت رسیدہ و اکثر بمرتبہ حسن آمدہ ثبوت یافتہ"

مگر کسی کتاب کا حوالہ درج نہیں فرمایا لہذا یہ احادیث جو درج ذیل ہیں کس کتاب کی ہیں کس درجہ کی ہیں اور کس صحت کون کون سے علماء نے کی ہے مفصل جواب دیکر مشکور فرمائیے خدا اجر عظیم دیگا۔

حدیث (۱) من زار قبری وجبت لہ شفاعتی (۲) من زار قبری حلت لہ شفاعتی۔
(۳) من جاءنی زائراً لا عملہ حاجۃ الا زیارتی کان حقاً علی ان اکون لہ شفیعاً یوم القیامۃ (۴)
من حج فزار قبری بعد وفاتی کان کمن زارنی فی حیاتی (۵) من حج البیت ولم یزرنی فقد جفانی
(۶) من زارنی الی المدینۃ کنت لہ شفیعاً وشہیداً (۷) من زار قبری کنت لہ شفیعاً وشہیداً (۸)
من حج حجۃ الاسلام وزار قبری وغز اغزوۃ وصلی فی بیت المقدس لمرسال اللہ عما افترض علیہ
(۹) من حج الی مکۃ ثم قصد فی مسجدی کتب لہ حجتان مبرورتان (۱۰) من زارنی میتاً
فکانما زارنی حیاً ومن زار قبری وجبت لہ شفاعتی یوم القیامۃ وما من احد من امتی لہ سعة
ثم لم یزرنی فلیس لہ عذر (۱۱) من زار قبری بعد موتی فکانما زارنی فی حیاتی ومن لم یزرنی
فقد جفانی (۱۲) من سال لرسول اللہ الدرجۃ والوسیلۃ حلت لہ شفاعتی یوم القیامۃ ومن
زار قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان فی جوار رسول اللہ (۱۳) من زارنی متعملاً
کان فی جوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومن مات فی احد الحرمین بعثہ اللہ من الامنین یوم القیامۃ
دیگر آپ کا رسالہ رد بدعات نظر سے گزرا اس میں اہل میت کے یہاں کھانا حرام ثابت کرنے
کی آپ نے کوشش کی ہے۔ حالانکہ حدیث ابو داؤد جو ذیل میں درج کیجاتی ہے۔ اس سے اس کھانے
کاست ہونا ثابت ہوتا ہے۔ لہذا اس کے متعلق صحیح راہ عمل کیا ہونا چاہئے مفصل جواب دیکر
مشکور کیجئے۔ عاصم بن کلیب نے اپنے والد سے انہوں نے ایک انصاری آدمی سے نقل کی وہ

کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک جنازہ کی نماز پڑھنے کے لئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ چلے جب گورتان پہنچے۔ تو پھر میں نے دیکھا کہ آپ گورکن کو نصیحت کر رہے تھے۔ فرماتے تھے۔ کہ قبر کو دو نوپاؤں کی طرف سے فراخ کرو اور سر کی طرف سے فراخ کرو پھر حیب آنحضرت واپس ہوئے۔ تو آپ کے سامنے ایک آدمی اس میت کی بیوی کی طرف سے آپ کی دعوت کرنے آیا آپ نے دعوت قبول کر لی۔ اور ہم بھی آپ کے ساتھ تھے جب ہم لوگ اور آنحضرت اس کے گھر پہنچے تو کھانا لایا گیا۔ آنحضرت نے شروع کیا۔ تو پھر اور لوگوں نے بھی شروع کیا۔ چنانچہ سب نے کھایا (مشکوٰۃ جلد چہارم ابواب المعجزات البوداؤد ابواب الیسوع)

دیگر ایک رسالہ بنام ”الفقہ فیہ“ خدمت میں ارسال ہے۔ اس کے ص ۲۳ پر احادیث نقل کر کے مولود کا جواز ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کیا ان احادیث کا یہی مطلب ہے۔ لہذا ن کا صحیح ترجمہ اور صحیح مفہوم تحریر فرما کر مشکور کیجئے۔ خدا اجر عظیم دیگا۔ والسلام
”محمد عباس خطیب خادم المسلمین“

جوابات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سائل نے تین سوال کئے ہیں۔ ایک احادیث زیارت کے متعلق۔ دوسرا رسالہ رد بدعات کے متعلق تیسرا رسالہ الفقہ خیر کے متعلق ہم دوسرا اور تیسرا جواب پہلے دیتے ہیں۔ اور پہلے کا بعد میں مستقبل رسالہ کی صورت میں دینے انشاء اللہ تعالیٰ۔

جواب ۲

بوداؤد کی حدیث کے آخر میں جو آپ نے یہ جملہ ذکر کیا ہے۔ چنانچہ سب نے کھایا یہ بوداؤد کی حدیث میں یوں نہیں بلکہ اس میں یوں ہے رکھنا لایا گیا۔ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے میں ہاتھ رکھا پھر لوگوں نے رکھا۔ پس انہوں نے کھایا۔ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا۔ تو آپ منہ میں لقمہ پھیر رہے ہیں۔ یعنی نگل نہیں سکتے (پھر فرمایا کہ یہ ایسی بکری کا گوشت ہے جو بیز اجازت مالک

کے نیکی ہے عورت کو بلا کر پوچھا تو عورت نے کہا میں نے مندی میں بکری خریدنے کیلئے آدمی بھیجا تھا۔ مندی میں نہیں ملی۔ میرے ہمسایہ نے ایک بکری خریدی تھی۔ میں نے اس کے پاس آدمی بھیجا کہ وہ بکری پہنچ دے۔ ہمسایہ نہیں ملا۔ پھر میں نے اس کی بیوی کی طرف آدمی بھیجا۔ اس کی بیوی نے وہ بکری بھیج دی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کھانا قیدیوں کو کھلا دے۔

یہ اس حدیث کا لفظی ترجمہ ہے۔ اس میں ان لوگوں کی دعوت کا ذکر ہے جو قربتان میں گئے تھے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ عورت کا مقصود ان کی دعوت کرنے سے یہ تھا۔ کہ کفن و دفن کی تکلیف سے وہ بہو کے پیاسے آئینے میں ان کی داپسی تک کھانا تیار کر رکھوں تاکہ آتے ہی ان کی تکلیف راحت سے بدل جائے۔ سو یہ ایک اتفاقیہ کھانا ہے جیسے کوئی کسی کے کام میں لگا ہوتا ہے۔ اور کھانا کا وقت ہوتا ہے۔ تو اس کو کہتے ہیں کہ اب کھانا کھا کر جانا۔ اس میں نہ تو دن کی تعیین کا لحاظ ہے۔ نہ کھانے کی خصوصیت ہے۔ کہ غلغل کھانا ہونہ مرنے کے ثواب کا ذکر ہے۔ اس کو مردے کی روٹی سمجھ لینا اور اس کا اہتمام کرنا اور خواہ گھر میں تنگی ہو یا فریضہ بہر صورت ان دنوں میں کھانا دینا اور اس طرح سے ایصالِ ثواب کرتا ہے اس حدیث پر حاشیہ ہے۔ اس حدیث میں بالکل ان باتوں کا ثبوت نہیں۔ اس کے علاوہ جب وہ بکری بغیر اجازت مالک کے نیکی تھی تو یہ کھانا شرع کے خلاف ہوا اور اسی وجہ سے اپنے اور صحابہ نے نہیں کھایا۔ بلکہ قیدیوں کے کھانا کا حکم دیدیا۔ جو کافر تھے۔ کیونکہ اس وقت مسلمانوں کے ہاتھ میں کافر کی قیدی ہوتے تھے۔ تو اگر یہ ایصالِ ثواب کی روٹی ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس عورت کو دوبارہ دعوت کرینکا ارشاد فرماتے۔ مگر آپ نے نہیں فرمایا۔ اس سے بھی صاف معلوم ہوا۔ کہ یہ میت کی روٹی نہ تھی۔ بلکہ اتفاقیہ دینی تھی جیسے ہم نے بیان کیا ہے۔

اس کے علاوہ اور احادیث بھی ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ ان دنوں میں ایصالِ ثواب کی مردہ دعوتیں بالکل بدعت ہیں۔ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت ہیں نہ خیرِ قرون میں ان کا رواج تھا۔ ابن ماجہ اور مسند احمد میں جریر بن عبد اللہ بخلی سے روایت ہے۔ کہ اتخذ الاجتماع الى اهل الميت وصنع الطعام بعد دفنه من النياحة۔ یعنی میت کے دفن کے بعد اہل میت کی طرف جمع ہونا نیز کھانا تیار کرنا ہم نوحہ سمجھتے تھے۔

عہ۔ طبی شرح مشکوٰۃ میں کھلے ہے۔ کہ اتوا کفار یعنی وہ قیدی کافر تھے (ملعات)

عہ۔ ابن ماجہ کی روایت میں کنہ فدی بجائے کناری ہے ۱۲

سورہ بعد دفنہ کا لفظ صرف مسند احمد میں ہے ۱۲

ابوداؤد و کتاب الجنائز باب منقہ الطعام لاهل الميت میں ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصنعوا لال جعفر طعاما فانہ قد اتاہم امر لیشغلہم۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبکہ جعفر رضی اللہ عنہ لڑائی میں شہید ہو گئے کہ آل جعفر کیلئے کھانا تیار کرو کیونکہ ان کو ایک معاملہ پیش آیا ہے جو ان کو مشغول کرتا ہے۔

پہلی حدیث پر سنی حنفی حاشیہ ابن ماجہ میں لکھتے ہیں۔ قوله کنا نرى هذا بمنزلة اجماع الصحابة او تقرير من النبي صلى الله عليه وسلم وعلى الثاني فحكمه الرفع وعلى التقديرين فهو حجة وبالجملۃ فهذا عكس الوارد اذ الوارد ان يصنع الناس الطعام لاهل الميت فا اجتماع الناس في بيتهم حتى يتكفوا لاجلهم الطعام قلب لذلك وقد ذكر كثير من الفقهاء ان الضيافة من اهل الميت قلب للمعقول لان الضيافة حقها ان تكون للسرو والالحزن۔ انتہی۔

یعنی صحابی کا یہ کہنا کہ ہم اس کو نوحہ سمجھتے تھے۔ یہ بمنزلہ اجماع صحابہ کے ہے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریری حدیث ہے۔ جو حدیث مرفوعہ کی قسم ہے۔ بہر صورت یہ حجت ہے اور حاصل کلام کا یہ ہے۔ کہ میت کے گھر میں اس طرح کا اکٹھا اور کھانا تیار کرنا سنت کا الٹ ہے۔ کیونکہ سنت یہ ہے۔ کہ لوگ میت کے گھر والوں کے لئے کھانا تیار کریں۔ پس لوگوں کا میت کے گھر میں جمع ہونا یہاں تک کہ ان کے لئے اہل میت کھانے کی تکلیف اٹھائیں یہ سنت کا الٹ ہے۔ اور بہت فقہاء نے ذکر کیا ہے۔ کہ اہل میت کی طرف سے ضیافت یہ معقول کے خلاف ہے۔ کیونکہ حقیقت ضیافت کی خوشی کیلئے ہے نہ غمی کے لئے۔

حنفیہ کے متراج علامہ ابن العمام دوسری حدیث کے متعلق فتح القدیر حاشیہ ہدایہ میں لکھتے ہیں۔ يستحب تحييد اهل الميت والاقرباء الا بعد تهيئة طعام لهم ليشبعهم ليلتهم ولو مهمروا ويكره اتخاذ الضيافة من اهل الميت لانه شرع في السرور لاني الشور وهو بعد مستقبحة ^{التي} يعني ميت کے ہمسایوں اور دور کے قریبیوں کو مستحب ہے کہ اہل میت کے لئے ایک دن رات اتنا کھانا تیار کریں۔ کہ وہ سیر ہو جائیں۔ اور اہل میت کی طرف سے ضیافت کا ہونا مکروہ ہے۔ کیونکہ ضیافت خوشی میں مشروع ہے۔ نہ مصیبتوں میں۔ مصیبتوں میں ضیافت قریع بدعت ہے خلاصہ میں ہے۔ لایباح اتخاذ الضيافة عند ثلثة ايام۔ یعنی تیسرے دن ضیافت درست نہیں۔

فتاویٰ برازیہ میں ہے یکره اتخاذ الطعام في اليوم الاول والثالث وبعد الا سبوع۔ انتہی

یعنی پہلے روز اور تیسرے روز یا ہفتہ کے بعد کھانا تیار کرنا مکروہ ہے۔

اسی طرح دیگر کتب فقہ میں ہے چنانچہ بعض کی عبارتیں ہم رسالہ رد بدعات کے صفحہ ۱۸-۱۹ میں بھی نقل کر چکے ہیں۔ پس جو کچھ ہم نے اس رسالہ میں لکھا ہے وہ بالکل درست ہے۔ واللہ الموافق۔

جواب ۳

رسالہ الفقہ فیہ کے مؤلفوں کے متعلق کوئی حدیث نہیں لکھی۔ بلکہ ایصال ثواب کی بابت آیت کریمہ و افعلوا الخیر (یعنی نیکی کرو) لکھی ہے۔ اور پانچ احادیث لکھی ہیں۔ اول یہ کہ سعد کی والدہ فوت ہو گئیں تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میں اس کی طرف سے صدقہ کروں۔ تو آپ نے فرمایا ہاں۔ دوسری حدیث یہ کہ انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مردوں کی طرف سے صدقہ یا حج کرنا اور ان کے حق میں دعا مانگنا مردوں کو پہنچتا ہے۔ فرمایا ہاں پہنچتا ہے۔ اور وہ خوش ہوتے ہیں جیسے تمہارے پاس کوئی تمہارا تحفہ لائے تو تم خوش ہوتے ہو۔ تیسری حدیث یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قربانی اپنی طرف سے کی ایک امت کی طرف سے۔ چوتھی حدیث یہ کہ مرثیہ الا اگر سلطان ہوتا یا اور اس کی طرف سے غلام آزاد کیا جاتا یا حج یا صدقہ کیا جاتا تو اس کو پہنچتا۔ پانچویں حدیث یہ کہ حضرت علی دو قربانیاں کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت کی ہے کہ میں آپ کی طرف سے قربانی کروں۔

آیت مذکورہ میں جو کچھ ارشاد ہے۔ کہ نیکی کرو۔ اس سے کسی کو انکار نہیں بلکہ گمراہ فتنے بھی کہتے ہیں۔ کہ ہم جو کچھ کرتے ہیں نیکی کرتے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے۔ کہ نیکی کیا ہے۔ کیا وہ ہے جس کو انسان اپنے خیال میں نیکی سمجھ لے یا جس کو خدا رسول نیکی بنائے۔ ظاہر ہے کہ نیکی وہ ہے جس کو خدا رسول بنائے۔

اب باقی آیتوں حدیثوں کو دیکھو تاکہ معلوم ہو جو اے۔ کہ خدا رسول نے نیکی کس کو بنایا ہے۔ عبادات دو طرح کی ہیں۔ ایک موقت ایک غیر موقت غیر موقت وہ ہیں جن کے لئے وقت کی تعیین نہیں جیسے کوئی سوالی آگیا۔ اس کو دیدیا کسی مقروض کو دیکھا۔ اس کا قرض ادا کر دیا کسی تنگے کو دیکھا اس کو کپڑا بنا دیا۔ کسی بہو کے پیاسے کو دیکھا اس کا پیٹ بھر دیا۔ کسی مسافر راہی کا خرچ ختم ہو گیا۔ اس کو کرایہ دیدیا۔ علی ہذا اقیاس موقوفہ موقوفہ معیبت زدوں کی معیبت دور کرنا اور ہاتھ پٹانا۔ اس کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں۔ اسی طرح حدیث میں ہے۔ کہ دو کلمے زبان پر بلکہ میں نزلہ زمیں (قیامت کے دن) بھادی ہیں۔ رحمن کو پیار سے میں جو بڑے سبحان اللہ و بحمدا سبحان اللہ اعظم یعنی یہ کلمے ہر وقت زبان پر جاری رہنے چاہئیں۔ اسی طرح استغفار

کی بڑی فضیلت ہے۔ آپ ایک ایک مجلس میں ستر ستر سو دو فہرٹھ لیا کرتے تھے۔ دل کا رنگ اور دل کی سختی اس سے دور ہو جاتی ہے۔ اور رزق کی فراخی ہوتی ہے۔ اور تنگی دور ہوتی ہے۔ اسی طرح نماز استخارہ کا کوئی وقت مقرر نہیں۔ جب کوئی کام کرنا ہو جیسے نکاح یا سوداگری وغیرہ تو دو نفل پڑھ کر دعا استخارہ پڑھے۔ اسی طرح نیچے الوضوء اور نیچے المسجد یعنی جب وضوء کرے یا مسجد میں آوے تو دو نفل پڑھے اس طرح کی غیر موقت بہت سی عبادات ہیں۔ جنکا شمار یہاں مشکل ہے۔

موقت وہ ہیں جن کے لئے وقت کی تعیین ہے چنانچہ پانچ نمازوں کی بابت ارشاد ہے۔ ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتبا موقوتا۔ یعنی نماز مقررہ وقتوں میں یا مکان والوں پر فرض کی گئی ہے۔ اسی طرح ماہ رمضان کے روزوں کی بابت ارشاد ہے۔ فمن شهد منکم الشهر فليصمه یعنی جو ماہ رمضان کو تم سے حاضر ہو وہ اس کے روزے رکھے اسی طرح حج کی بابت ارشاد ہے۔ الحج اشہر معلوم یعنی حج کے مہینے معلوم ہیں۔ اسی طرح نفل نوافل کی بابت بعض دنوں کو بعض پر ترجیح دی ہے چنانچہ عاشورے کے روزے کی بابت فرمایا کہ ایک سال کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ اور عذہ کے روزے کی بابت فرمایا کہ دو سال کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ اور رمضان کے بعد شوال کے چھ روزے رکھنے والے کی بابت فرمایا کہ گویا سال ہی روزے رکھتا رہا۔ اور پیر کا اور جمعرات کا روزہ آپ رکھا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ ان دنوں میں خدا کے پاس بندوں کے عمل پیش ہوتے ہیں میں دوست رکھتا ہوں۔ کہ خدا کے پاس میرا عمل پیش ہو تو میں روزے دار ہوں اور ہر ماہ کی ۱۳-۱۴-۱۵ اور روزہ رکھنے والے کی بابت فرمایا کہ گویا ہمیشہ روزے رکھتا رہا۔ اسی طرح ماہ رمضان میں روزہ رکھنا یا افطار کرنا والے کی بابت فرمایا کہ اس کو روزے دار جتنا ثواب ہے۔ اور اس مہینے میں علی العموم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت سخاوت کرتے تھے۔ اور فرمایا کہ رمضان میں عمرو کرنا حج کا ثواب رکھتا ہے اور دیگر نفل نوافل کی بھی بڑی فضیلت آئی ہے۔ اسی طرح عبد الاحی میں قربانی جیسا کوئی عمل نہیں۔ قربانی کا پہلا قطر خون کا زین پر گرتے ہی قربانی کرنے والے کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اور فی الحج کے شروع کے دس دنوں میں کوئی عمل کرے اس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ فرمایا کہ ان دنوں کے عمل کا مقابلہ جہاد ہی نہیں کر سکتا۔ اور بعض عبادات مکان کی شرافت کی وجہ سے شرافت والی ہو جاتی ہیں جیسے مسجد نبوی میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار کا ہے۔ اور مسجد حرام میں ایک لاکھ کا اسی طرح حج عمرہ بھی جگہ کی شرافت کی وجہ سے حج عمرہ بنتا ہے کہیں جگہ میں شرافت نہیں ہوتی مگر نماز اس کو بری حالت سے نکالتی ہے۔ اس لئے نماز کا رتبہ بڑھ جاتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ گھروں میں نفل نماز مسجد سے زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ اسی وجہ سے آپ دوسری حدیث میں بیان فرماتے ہیں کہ گھروں کو قبریں نہ بناؤ۔ جسکا مطلب یہ ہے کہ گھروں میں

نماز پڑھا کر و تاکہ گھر قبرستان کی حالت سے نکل جائیں۔ کیونکہ قبرستان میں نماز نہیں پڑھی جاتی۔ اسی طرح کے بعض اور اسباب بھی ہیں جن سے عبادات کا رتبہ بڑھ جاتا ہے چنانچہ روزمرہ جب انسان اپنے سود گئے سے فارغ ہو تو کچھ صدقہ کرنے کا ارشاد ہے۔ تاکہ دن میں بول چال میں جو کمی بیشی ہو جاتی ہے۔ اس کا کفارہ ہو جاوے۔

اسی طرح جب گھر میں کھانا پکے تو مسایہ کو بھی یاد کر لے۔ اور اکیلا نہ کھائے۔ بلکہ کسی غریب کو بھی شامل کرے جیسے عبداللہ بن عمر کی عادت تھی۔ کہ جب کھانا لایا جاتا تو فرماتے کہ کسی (مسافر یا ہی وغیرہ کو) تلاش کرو۔ کہ میرے ساتھ کھائے غرض اس قسم کی بہت سی عبادات ہیں جن کے لئے قرآن و حدیث میں اوقات یا اسباب مخصوص ہیں۔ اور محدثین نے اپنی کتابوں میں مستقل باب باندھے ہیں جن میں ان عبادات کی تفصیل ہے۔ جیسے مشکوٰۃ صحاح ستہ وغیرہ اور دعاؤں اور وظیفوں اور نفل نوافل کی بابت تو الگ کتابیں موجود ہیں جیسے کتاب عمل الیوم واللیلہ لابن السنی۔ کتاب الاذکار للنووی اور حزب المقبول وغیرہ۔

اب اپنی طرف سے کسی عبادت غیر مؤقت کو مؤقت بنا لینا یا مؤقت کو غیر مؤقت بنا لینا یا کسی اور وجہ سے اس کا رتبہ بڑھا دینا جس کا شریعت میں ثبوت نہ ہو۔ یہ دہی بدعت ہے جس سے اہل حدیث ہمیشہ منع کرتے ہیں۔ کیونکہ بندے کو شریعت میں کوئی دخل نہیں۔ کہ اپنی طرف سے مؤقت یا غیر مؤقت بنائے۔ یا کوئی اور تصرف کرے۔ مثلاً گیارہویں بارہویں لوگوں نے مؤقت عبادت بنا رکھی ہے۔ اسی طرح مردے کی روٹیاں پہلا تیسرا۔ ساتواں۔ چالیسواں۔ ششماہی اور سالانہ وغیرہ بھی مؤقت عبادت بنا رکھی ہے۔ بتلائیے کہیں قرآن و حدیث میں ان کے موقت ہونے کا ذکر آیا ہے؟ یا یہ ذکر آیا ہے؟ کہ کھانا ہی دو نقدی وغیرہ نہ دو۔ یا کسی کا قرض نہ تارو نہ ان پانچ احادیث میں ان کا ذکر ہے۔ جو رسالہ الفقہ خیر کے ص ۲۳ میں مذکور ہیں۔ جو اوپر گزرتی ہیں۔ نہ کسی اور روایت و حدیث میں ذکر ہے۔ پھر یہ برا اور بدعت نہیں۔ تو اور کیلئے رد المحتار جلد اول ص ۶۲ میں ہے۔ لایسن الاذان عند ادخال المیت فی قبرہ کما ہو

المعتاد الان وقد صرح ابن حجر فی فتاویہ بانہ بدعة وقال من ظن انه سنة قیاسا علی مذہبہا للمولود الحاقا لخاتمة الامر بائد اءہ فلم یصب اھ وقد صرح بعض علمائنا وغیرہم بکراهة المصافحة المعتادة عقب الصلوة مع ان المصافحة سنة وما ذاك الا لكونها لم توثر فی خصوص هذا الموضع فالمواطبة علیہا توہم العوام بافہا سنة فیہ ولذا منعوا عن الاجتماع لصلوة الرغائب التي احداثها بعض المتعبدین لانہا

لم توضع هذه الكيفية في تلك الليالي المخصوصة وان كانت الصلاة خير موضوع - انتهى -

یعنی میت کو قبر میں رکھنے کے وقت اذان دینا جو آج کل مروج ہے یہ سنون طریقہ نہیں۔ ابن حجر نے اپنے فتاویٰ میں تصریح کی ہے کہ یہ بدعت ہے۔ اور جس نے لڑکے کی پیدائش کے وقت کی اذان پر قیاس کر کے اس کے سنت ہونے کا گمان کیا ہے۔ تاکہ خاتمہ ابتداء کے موافق ہو جائے۔ اس نے درست نہیں کہا۔ اور ہمارے بعض علماء اور دوسروں نے اس کی تصریح کی ہے کہ نمازوں کے بعد معاف مروج مکروہ ہے۔ حالانکہ مصنفہ دینی انفسم ایک سنت امر ہے۔ لیکن اس محل کی خصوصیت ثابت نہیں اس لئے مکروہ ہے پس ہمیشہ اس قسم کا مصافحہ کرنا اس سے عوام کو دھوکا لگتا ہے۔ اور اسی لئے نماز غائب کیلئے جمع ہونا علماء نے منع کیا ہے جس کو بعض بناوٹی صوفیوں نے بدعت نکالا ہے کیونکہ اس کیفیت کے ساتھ ان خاص راتوں میں ثابت نہیں۔ رد المحتار کے جلد اول کے صفحہ ۱۷۷ میں ہے ”فی حاشیة الاستبہاء للحموی ہی التي في رجب في اول ليلة جمعة منه قال ابن الحاج في المدخل وقد حدثت بعد اربع مائة وثمانين من الهجرة وقد صنعت العلماء كتباً في انكارها وذمها وتسفيهها فاعلموا ولا يغتر بكثرة الفاعلين لها في كشيد من الامصادر - انتهى“

یعنی حاشیہ اشتباہ الحموی میں ہے کہ صلوة غائب وہی ہے جو رجب کی پہلی جمعرات میں پڑھی جاتی ہے۔ ابن طایح کہتے ہیں کہ نہ کہ پھر کی بعد حادث ہوئی ہے۔ اور علماء نے اس پر انکار کیا ہے۔ اور اس کی مذمت میں کتابیں لکھیں اور اس کے پڑھنے والے کو بوقوف کہا ہے۔ اگرچہ بہت سے شہروں میں اس کے پڑھنے والے کثرت سے موجود ہیں۔ مگر اس سے دھوکا نہ کھانا چاہئے۔

دیکھئے مصافحہ۔ اذان اور غازیہ سب نیک کام ہیں۔ مگر بطرح لوگوں میں ان کا رواج پڑ گیا ہے۔ اس طرح سے شرع میں ثابت نہیں۔ اس لئے یہ بدعت ہو گئے۔ اور بجائے نیکی کے بدی بن گئے۔ ٹھیک اسی طرح ہر ایک شرعی کام کی بابت شرع سے ثبوت لینا چاہئے۔ محض اپنے قیاس و رائے سے اس کو نیک سمجھ کر کرنے لگ جانا یہ بہت بڑی غلطی ہے۔ مثلاً ابراہیم علیہ السلام جس پتھر پر کھڑے ہو کر بیت اللہ کی عمارت بناتے تھے۔ اس کی بابت قرآن میں ارشاد ہے۔ واتخذوا من مقام ابراہیم مصلیٰ یعنی مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ۔ اسی طرح اہل ہاجرہ اعمام علیہ السلام کی والدہ نے صفامروہ کے درمیان پانی کی تلاش میں پتھر کاٹے تھے۔ اللہ عزوجل نے ان کو ہمارے لئے عبادت بنا دیا۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ ان نالصفاء والمرورة من شعائر الله فمن حج البيت او اعتمر فلا جناح عليه ان يطوف بهما

یعنی صفارہ اللہ (کے دین کے) نشانوں سے ہیں پس جو میت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے۔ اس پر گناہ نہیں۔
کہ صفارہ کا بھی طواف کرے یعنی ان کے درمیان دوڑے

بتلایا کہ ہم اپنی طرف سے پہلے کرنا شروع کریں؟ کیا جب کسی بزرگ کو پانی کیلئے دوڑنا ہو یا کھیں یا تھیر کر کھڑا اٹھا
بتلایا کھینچ کر ڈھکے کو یا کھڑا ہونے کو حج کے ارکان یا وجبات سمجھ لیا کریں۔ کیا خیر قرون میں ایسا ہوا؟ کیا انہوں
نے ہمارے صاحبیں سے ایسا تبرک کیا؟ بلکہ وہ تو وہ کام کرتے تھے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو چھوڑا
پس میں بھی اپنی طرف سے کوئی بات نہ بنانی چاہئے۔ اور ان کے قدم بقدم چلنا چاہئے۔ اور ایسا طریق عبادت
اختیار نہ کرنا چاہئے جو ان سے ثابت نہ ہو۔ مثلاً انہوں نے کسی بزرگ کو یا تھیر کر سجدہ نہیں کیا۔ نہ کسی بزرگ کی
قبر کا طواف کیا۔ نہ قبروں پر غلاف چڑھائے نہ قبے بنائے۔ نہ اور کوئی اس قسم کا کام کیا۔ جیسے قبہ پرست کرتے ہیں۔

تو بتلایے کہ یہ کام کیونکر جائز ہونگے اگر محض اپنے قیاس سے جائز قرار دیں۔ تو کل کوئی گھر میں قبریں بنانی
شروع کر دیگا۔ مشکوٰۃ میں حدیث ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے سنا ہے۔ کہ نبی جہاں فوت ہوتا ہے۔ وہیں دفن ہوتا ہے۔ اسی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت
عائشہؓ کے گھر میں دفن ہوئے کیونکہ وہیں فوت ہوئے تھے۔ اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی وہیں دفن ہوئے
کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث کے رو سے وہاں دفن ہوئے۔ تو حجرے کے جس حصہ میں
آپ کا دفن ہے۔ اس حدیث کے رو سے وہ قبرستان ہو گیا۔ پس گنجائش کی صورت میں دوسرے کا دفن ہونا
بھی وہاں صحیح ہو گیا۔ اور حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ اس کے زیادہ لائق تھے اس لئے وہ وہاں دفن کئے گئے۔ اس کے علاوہ
جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت یہ حدیث آئی ہے۔ اسی طرح حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی بابت
بھی آئی ہے چنانچہ مشکوٰۃ میں عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز نکلے
اور مسجد میں داخل ہوئے۔ اور آپ کی ایک طرف ابوبکرؓ تھے۔ دوسری طرف عمرؓ تھے۔ اور آپ دونوں کا ہاتھ
پکڑے ہوئے تھے پس فرمایا کہ ہم قیامت کے دن اسی طرح اٹھائے جائیں گے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اور عیسیٰ علیہ السلام دونوں ایک قبر سے اٹھیں گے۔ ابوبکرؓ اور عمرؓ کے درمیان۔
بتلایے ہم بھی اسی طرح کریں اور اس کام کو نیک سمجھ کر گھروں کو قبریں بنانے لگ جائیں۔

کبیری شرح بینہ کے ص ۱۵ میں ہے۔ ویکرہ الدفن فی البیت مات فیہ سواء کان
صغیرا وکبیرا لان ذلک خاص بالانبیاء۔ انتھی یعنی جس گھر میں کوئی مرجائے اس کو اس گھر
میں دفن نہ کرنا چاہئے۔ خواہ چھوٹا ہو یا بڑا کیونکہ یہ انبیاء کے ساتھ خاص ہے۔
ہمیں ان لوگوں پر بڑا تعجب ہے جو گھروں کو قبرستان نہیں بناتے۔ بلکہ اس کا الٹ کرتے ہیں۔ یعنی

قبرستان کو گھر بنا تے ہیں۔ یعنی قبروں پر گنبد اور عمارتیں تعمیر کرتے ہیں۔ گویا یہ ایسا ہو گیا۔ جیسے کوئی کہے کہ دودھ ہمیشہ سفید ہوتا ہے۔ تو اس کو کوئی اٹا کر یوں بنائے۔ کہ سفید ہمیشہ دودھ ہوتا ہے جس سے لازم آگیا۔ کہ چونکہ دودھ ہو۔ کیونکہ وہ سفید ہوتا ہے۔ حالانکہ چنانہ دودھ نہیں۔ دیکھئے یہ لوگ کیسے درطہ میں پڑے ہیں پھر اس بات کا بھی خیال نہیں کرتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ تو ان احادیث کی وجہ سے خاص ہو گئے۔ باقی کی بابت کیا دلیل ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر عمارتیں تعمیر کرنے سے منع فرمایا ہے۔ توجہ تک تخصیص کی دلیل نہ پائی جائے۔ اس کا جواز ثابت نہیں ہوگا خصوصاً جبکہ وہ امام ہی منع کرتے ہیں۔ چکی تقلید پر کج زور دیا جاتا ہے۔ اور رسائل لکھے جا رہے ہیں جن میں سے ایک سالہ الفقہ فیر بھی ہے۔ پھر وہ اس میں اکیلے نہیں بلکہ ان کے ساتھ اور بھی ہیں۔ کبیری شرح مینہ کے صفحہ ۵۳ میں ہے۔ عن ابی حنیفہ یکرہ ان یبنی علیہ بناء من بیت اوقبة او نحو ذلك كما مر من الحدیث یعنی امام ابو حنیفہ صاحب سے روایت ہے کہ قبر پر کسی قسم کی عمارت بنانی مکروہ ہے خواہ مکان ہو یا قبہ یا مثل اس کے حدیث گذشتہ کی وجہ سے اور اس سے دو چار سطر پہلے لکھتے ہیں۔ یکرہ تجصیص القبور و تطیبہ و بہ قال الامۃ الثلاثة لما قال جابر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یحطص القبور ان یکتب علیہا و ان یبنی علیہا رواہ مسلم و ابوداؤد و الترمذی فی صحیحہ و لفظہ عنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یحطص القبور و ان یکتب علیہا و ان یبنی و ان توطأ یعنی قبر کو گچ کرنا اور اس کو خوشبو لگانا مکروہ ہے۔ اور امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد بھی اسی کے قائل ہیں۔ کیونکہ جابرؓ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قبروں کے گچ کرنے اور ان پر لکھنے اور ان پر عمارت بنانے سے نہی کی ہے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے اور ابوداؤد نے اور ترمذی نے اور ترمذی نے اس کو صحیح کہا ہے۔ ترمذی کے لفظ یہ ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہی کی ہے کہ قبریں گچ کی جائیں۔ اور ان پر لکھا جائے۔ اور ان پر چڑھا جائے اور قتادی قاضی خاں جلد اول کے صفحہ ۷۷ میں ہے۔ عن ابی حنیفہ زہد انہ قال لا یحطص القبور لا یطیلن ولا یرفع علیہ بناء انتہی یعنی امام ابو حنیفہ صاحب فرماتے ہیں۔ قبر جو نہ گچ نہ لکھا جائے نہ چڑھا جائے نہ اس پر عمارت بنائی جائے۔ اسی طرح کتاب الآثار امام محمدؒ کے صفحہ ۱۹ میں امام ابو حنیفہ کا قول ذکر کیا ہے۔ کہ قبر کو گچ کرنا اور لپٹا یا اس کے پاس کوئی چھوٹا نشان بنانا یا اس پر لکھنا..... یا اس کو پختہ کرنا یا سب مکروہ ہے اور قتادی عالمگیری جلد اول کے صفحہ ۱۹ میں ہے کہ قبر پر عمارت اور مسجد بنانا مکروہ ہے اسی طرح شیخ جو سنت سے معلوم نہ ہوا اور سنت سے صرف یہی معلوم ہے زیارت کرنا اور دعا کرنا اور علی الاطلاق کے صفحہ ۳۵۴ میں ہے کہ قبروں پر قبہ وغیرہ بنانا مکروہ ہے اسی طرح صغیری شرح منیہ کے

جس کی کمی سے زیادہ کمی ثابت ہوگئی ہے

۲۹ میں ہے کہ امام ابو حنیفہ سے روایت ہے کہ قبر پر عمارت بنانی خواہ مکان ہو یا قبہ یا مثل اس کے مکروہ ہے۔ اسی طرح شرح الیاس اور جامع الرموز اور مستخلص وغیرہ میں ہے۔ اور غنیۃ الطالبین کے ۲۳۰ میں شاہ عبدالقادر جیلانی جن کی یہ لوگ گیارہویں دیتے ہیں فرماتے ہیں کہ قبر زمین سے صرف ایک بالشت اونچی بنائی جائے اور یہ بھی لکھا ہے کہ قبر گچ کرنی مکروہ ہے اور رد المحتار جلد اول کے ۶۶۲ میں ہے۔ عن ابی حنیفۃ بکراہ ان یبنی علیہ بناء من بیت اوقبة او نحو ذلك لما روى جابر عن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم عن تخبیص القبور وان یکتب علیہا وان یبنی علیہا۔ رواہ مسلم وغیرہ۔ انتہی یعنی امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ قبروں پر کسی قسم کی عمارت مکان یا قبہ وغیرہ کی قسم سے بنانا مکروہ ہے۔ کیونکہ جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو چوڑھ گچ کرنے سے اور ان پر لکھنے اور ان پر عمارت بنانے سے منع فرمایا ہے روایت کیا اس حدیث کو مسلم وغیرہ نے در مختار مع رد المحتار میں اس سے تھوڑا سا پہلے لکھا ہے۔ ویحال التراب علیہ وتکرہ الزیادة علیہ من التراب لانه بمنزلة البناء یعنی دفن کے وقت میت پر مٹی ڈالی جائے۔ اور قبر کی مٹی سے زیادہ مٹی ڈالنی مکروہ ہے۔

رد المحتار میں اس پر لکھتے ہیں۔ وتکرہ الزیادة لما فی صحیح مسلم عن جابر قال غلی رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ان یخصص القبر وان یبنی علیہ و زاد ابو داؤد وان یزاد علیہ۔ (حلیہ یعنی زیادہ مٹی اس لئے مکروہ ہے کہ صحیح مسلم میں جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کے پختہ اور ان پر عمارت بنانے سے منع فرمایا ہے۔ ابوداؤد میں یہ لفظ بھی ہے کہ زیادت سے منع کیا ہے۔

ان عبارتوں سے قبروں وغیرہ کی حقیقت واضح ہو گئی۔ یہاں تک کہ قبر کی مٹی پر زیادتی بھی مکروہ ہے ہاں نشانی کیلئے سر کے پاس پتھر رکھنا جائز ہے۔ یا اوپر کنکریں بچانی جائز ہیں۔ چنانچہ یہ بھی ابوداؤد وغیرہ کی حدیث میں ہے۔ ملاحظہ ہو مشکوٰۃ باب دفن المیت اس کے سوا اور کوئی زیادتی ثابت نہیں۔ پس ہر قسم کی زیادتی نہیں میں داخل رہیگی۔ مگر جو احادیث سے خاص ہو گئی خواہ کوئی ہو کیونکہ احادیث تو ہمارا علم ان کے اور ان عبارتوں سے یہ بھی ظاہر ہو گیا۔ کہ مکروہ سے مراد تحریم ہے۔ کیونکہ جب مکروہ ہو تو یہی دلیل احادیث بالاندکوارہ ہیں جن میں نہیں ہے۔ اور نہ ہی اصل تحریم ہے۔ جیسے امر میں اصل وجوب ہے تو ضرور ہے کہ فقہاء کی عبارتوں میں مکروہ سے مراد تحریم ہو۔

اس کے علاوہ رد المحتار جلد اول کے ۱۶۵ باب المیاہ میں ہے۔ قال فی البحر واعلم ان المکروہ

اذا اطلق في كلامهم فالمراد منه التحريم الا ان ينص على كراهة التنزيه فقد قال المصنف في المصنف لفظ الكراهة عند الاطلاق يراد بها التحريم قال ابو يوسف قلت لابي حنيفة اذا قلت في شئ اكرهه فما رايتك فيه قال التحريم - انت هي - يعني كرهه جب ان کے کلام میں آوے۔ تو اس سے مراد تحریم ہے۔ مگر یہ کہ کراہت تنزیہ کی تصریح کی جائے۔ امام ابو یوسف کہتے ہیں یعنی امام ابو حنیفہ سے پوچھا کہ جب آپ کراہت کا لفظ بولیں تو آپ کی کیا رائے ہوتی ہے۔ فرمایا تحریم۔

ناظرین خیال فرماؤں کہ قبوں کی کیسی بچکنی کی ہے۔

اس کے علاوہ اور سنئے ابو داؤد وغیرہ میں ہے۔ لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم زائرات القبور والمتخذين عليها المساجد والسرج - یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارت گریوایوں کو اور ان پر مسجد بنانے والوں اور ان پر چراغ جلائیوایوں کو لعنت کی ہے۔ مشکوٰۃ میں ہے۔ لمعات الحسن ابن الحسن بن علی ضربت امرأته القبة علی قبره سنة ثمر رفعت فسمعت صالحا يقول الاهل وجدوا ما فقدوا فاذا جابه اخرجيل يثسوا فانقلبوا -

یعنی جب حسن بن حسن حضرت علی کے پوتے فوت ہو گئے تو ان کی بیوی نے ان کی قبر پر ایک سال تک خیمہ لگائے رکھا سال کے بعد جب خیمہ اٹھایا تو (غیب سے) ایک نیک (کہنے والے نے) کہا کہ کیا جو کچھ تم پایا تھا مل گیا۔ دوسرے نے کہا بلکہ ناامید ہو کر لوٹ گئے عینی شرح بخاری میں ہے۔ واوصی ابوهريرة عند موته ان لا تضرلوا علی فسطاطا - یعنی حضرت ابوہریرہ نے وفات کے وقت وصیت کی کہ مجھ پر خیمہ نہ کرنا نیز عینی شرح بخاری میں ہے۔ مر عبد الله بن عمر علی قبر عبد الرحمن بن ابی بکر اخي عائشة وعليه فسطاط مضروب فقال يا غلام انزعہ فانما يظله عمله فقال الغلام تضر بني مولاتي قال كلا فتزعہ - انتھی یعنی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ عبد الرحمن بن ابی بکر حضرت عائشہ کے بھائی کی قبر پر گزرے اس پر خیمہ لگایا ہوا تھا۔ فرمایا اے غلام اس کو اکھاڑ دے۔ کیونکہ اس کو عرف اس کا عمل سایہ کر لگا۔ غلام نے کہا میری مالک مجھے مارے گی فرمایا ہرگز نہیں پس اس کو اکھاڑ دیا۔

دیکھئے خیموں تک تو قبروں پر لگانا ٹھیک نہیں یہ لوگ سنگ مرمر کی عظیم الشان عمارتیں بناتے ہیں۔ اور قبے تعمیر کرتے ہیں۔ اور غلاف چڑھاتے ہیں۔ اور قندیلں لٹکتے ہیں۔ اور طرح طرح کے خرافات کرتے ہیں۔ خدا ان کو ہدایت دے۔ پھر تعجب ہے کہ جو ان منکرات کو بدے اس کو برا کہتے ہیں۔ اور بزرگوں کے

لے یہاں قبہ سے مراد خیمہ ہے چنانچہ ضرب کا لفظ اسپر ولالت کر رہا ہے۔

حق میں اس کو گستاخ سمجھتے ہیں۔ حالانکہ منکر کام کو بدنام ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ نے خیر اکھاڑ دیا۔ اس کے علاوہ مشکوٰۃ میں حدیث ہے عن ابی صیاح الاسدی قال قال لی علی الا ابتئک علی ما بعثنی علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تدع تمثال الا طشتہ ولا قبراً مشرفاً الا سویتہ رواہ مسلم (مشکوٰۃ صفحہ ۱۴۵)۔

یعنی ابی صیاح کہتے ہیں کہ مجھے حضرت علیؓ نے کہا کہ کیا میں تمہیں اس کام پر نہ بھیجوں جس پر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا کہ کوئی تصویر نہ چھوڑے مگر اس کو مٹا دے۔ اور کوئی اونچی قبر نہ چھوڑے مگر اس کو برابر کر دے اور سند احمد جلد اول کے صفحہ ۱۳۷ میں قبر تصویر اور بت تینوں کا ذکر ہے۔ اور اس کے اخیر میں ہے۔ فمن عاد فضع شیئاً من ذلك فقد كفر بما انزل علی محمد یعنی جو شخص ان سے کوئی کام کرے۔ وہ اس شئی کے ساتھ کافر ہو گیا جو اللہ نے محمد پر اتاری۔

یہ حدیث عام ہے خواہ مسلم کی قبر ہو یا غیر مسلم کی اس میں کسی کی خصوصیت نہیں کی انہی روایتوں کی بنا پر نجدیوں نے قبے گرا دیے جنکی وجہ سے ہندوستان میں بہت شور مچا حالانکہ جب قبے شرع میں ایک منکر امر میں۔ تو منکر امر کو قائم رکھنا کیونکہ جائز ہو گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من دانی منکم منکراً فلیخیره بید فان لم یستطع فیلسانہ فان لم یستطع فیلقبہ وذلك اضعف الايمان۔ رواہ مسلم (مشکوٰۃ صفحہ ۴۳۷) یعنی جو شخص تم سے منکر کام کو دیکھے۔ تو اس کو ہاتھ سے بدل دے۔ اگر طاقت نہ رکھے تو زبان سے کہہ دے۔ اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھے تو دل سے برا جائے۔ اور یہ کفر و ایمان ہے۔ ملا علی قاری حنفی شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں۔ قال العلماء یستحب ان یرفع القبر قدر الشبر ویکره فوق ذلك و یستحب الہدم انتہی یعنی علماء نے کہا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ قبر ایک باشت قدر اونچی کی جائے۔ اور اس سے زیادہ مکر وہ ہے۔ اور اس کا گرا نا مستحب ہے۔ بلکہ واجب ہے چنانچہ شرح مشکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۳۷۲ میں ہے۔ ویجب الہدم وان کان مسجد یعنی گرا نا واجب ہے خواہ مسجد ہی ہو۔ ابن حجر مکی کتاب الزواجر کے صفحہ ۶۳ میں لکھتے ہیں۔ وجب المبادرۃ لہدم ما و ہدم القباب التي علی القبور اذھ اضر من مسجد الضرار لانھا اسست علی معصیۃ الرسول لانه فھی عن ذلك وامر صلی اللہ علیہ وسلم بھدم القبور مشرفۃ ویجب ازالۃ کل قندیل و سراج علی قبر۔ یعنی جو مسجدیں اور قبے قبروں پر ہوں۔ ان کے گرنے میں جلدی کرنی چاہئے۔ کیونکہ یہ مسجد ہزار سے بھی زیادہ مکر واپر ہے۔

کیونکہ ان کی بنا برصیت پر ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا ہے۔ اور انہی قبور کے گرنے کا حکم دیا ہے اور ہر قرنیل اور ہر چراغ کا بھی قبر پر سے ازالہ واجب ہے۔

نودی شرح مسلم طبع مہر جلد ۲ ص ۳۵۵ میں ہے قال الشافعی فی الامم وراثت الاثمة بمكة یا مدون بھدم ما بینی ویوید الھدم قوله ولا قبرا مشرفا الا سويته۔ یعنی امام شافعی کتاب الامم میں کہتے ہیں میں نے کہیں ائمہ کو دیکھا ہے کہ قبور کی عمارتوں کے گرائیگا حکم دیتے اور اس کی تائید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ہوتی ہے کہ کوئی قبور انہی نہ چھوڑے مگر اس کو برابر رکھے شاہ ولی اللہ صاحب بلوغ المہلین میں لکھتے ہیں مصنف کتاب الابراہم ورفصل بیان عدم جواز نماز

نزد قبور و نفی استمداد و استعانت اناہل قبور و منع چراغاں و درختی شمع برائے قبور آوردہ سے نوید والواجب

ھدم ذلك كله ومحوا اثره كما ان عمر بلغه ان الناس يتناولون الشجرة التي بولع تحتها بالتي عليه الصلوة والسلام ارسل اليها فقطعها۔

یہی واجب است شستن اینہم آنچہ مذکور شد از اقسام پرستش کار ہائے باطلہ و محو کردن نشان آن نیز واجب چنانچہ عمر راہر گاہ خبر رسید کہ آدمیاں نوبت نبوت سے آئندہ نزد درختے کہ بیت کردہ بودند زیر آں با پیغمبر علیہ

الصلوة والسلام کسی را بسوئے آن درخت فرستاد تا مبروآں را پس آن شخص قطع نمود آں و دروایتے است فاستا صلھا یعنی از بنج بر کندش و ہمیں روایت برائے محو اثر آں موافق تر است پس بعد کلمہ قطعھا در

کتاب مذکور سے نوید آنچہ ترجمہ اش نوشتہ سے آید پس ہر گاہ کہ عمر نہا پیچیں کردہ باشند بدرختے کہ رسول خدا زیر آں درخت از صحابہ کرام بیعت گرفتہ بود و حق تعالیٰ آں درخت را در کلام خود ذکر فرمود و قد رضی اللہ

عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرة پس چہ باشند حکم دے در ماسوئے آں درخت از اقسام اصاب کہ بسبب آنہا فتنہ عظیم برپا شدہ است و بلائے شدید و بلیغ ترازیں فعل عمر رضی اللہ عنہ آنت کہ

تحقیق آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد ضرار را ہدم کردند پس ایں ہدم دلیل است قوی بر ہدم آنچہ بزرگ تراست از آں مسجد از روئے فساد مسجد نبوی بر قبور پس حکم اسلام در آنہا اینست کہ ہمہ را منہدم ساختہ زینش

ہموارہ کردہ شود و پیچیں قبہائے کہ بر قبور بنا شدہ اند ہدم آن واجب زیر آچہ آنہا اساس نہادہ شدہ است بر عصیان پیغمبر و برخلاف آن علیہ الصلوٰۃ والسلام و ہر بنا ایکہ بنیاد نہادہ شود بر عصیت و مخالفت

رسول پس آن بنیاد اولی ہدم است از مسجد ضرار و نیز سبب وجود ہدم چنین بنائے آنت کہ سرور صلی اللہ علیہ وسلم نہی فرمودہ است و منع کردہ بنا را بر قبور و درخت کردہ است کہ بر آنہا ساجد سازند پیر واجب

شد کہ مبارزت و مساعت نمودہ آید بسوئے ہدم آنچہ ممنوع رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام است و آنچہ

لعون است بانگندہ آں و همچنین واجب است ازالہ ہر قندیل و چراغ و شمع کہ بر قبور روشن کردہ میشود
 زیرا کہ فاعل ازنا نیز رسول خدا لعنت گفتہ است پس ہر چہ در آں رسول لعنت کردہ باشد آن فعل از
 گناہاں کبیرہ است ازینجاست کہ علماء اسلام گفتہ اند جائز نیست کہ نذر کردہ شود برائے قبور شمع و چراغ
 و روغن و غیر آں زیرا کہ ایں نذر نذر محصیّت است ایقلے آں مباح نیست بلکہ لازم میشود در چنین
 نذر کفارت مانند کفارت قسم و نیز جائز نیست کہ وقف کردہ شود بر آنہا چیزے ازین قبیل زیرا کہ ایں
 وقف صحیح نیست و اثبات و تنفیذ آں حلال نہ انتہی معلوم باد کہ چون در حق حضرت عمرؓ آں سرور دو عالم
 علیہ الصلوٰۃ فرمودہ است - لو کان بعدی بنیالکان عمر فتنۃ کہ بعد از من اگر کسی است ہم در اہم سابقہ دہم
 دین امت بعد از آں حضرت بقول و فعل عمرؓ باطل نیست و نابود گردید بہ تبعیکہ اصلاً فروغ حقیقت مشتبہ فتنہ
 و رافضیہاں مسلمانان موحدانمانہ است چنانچہ از آثار عمرؓ بالاسطور رشد (طبارغ البین ص ۱۲۸) یعنی کتاب مجالس
 میں جس فصل میں یہ بیان ہے کہ قبروں کے پاس نماز ناجائز ہے - اور اہل قبور سے استمداد اور ہتھانت باطل
 ہے - اور قبروں پر چراغوں اور شمع کی روشنی ممنوع ہے - اس فصل میں لکھتے ہیں کہ ان تمام امور باطلہ کا کرنا
 اور ان کا نشان مٹانا واجب ہے - چنانچہ حضرت عمرؓ کو جب خبر پہنچی کہ لوگ اس درخت کے پاس یکے بعد
 دیگرے آنے میں ہیں جس کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے (جہاد پر) بیعت لی تھی تو کسی کو
 بھیج کر وہ درخت کٹوا دیا - اور ایک روایت میں ہے کہ جڑ سے اکھاڑ دیا - پس جب حضرت عمرؓ نے اس درخت
 کے ساتھ ایسا کیا جس کے نیچے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے (جہاد پر) بیعت لی اور خدا نے اس
 کو قرآن میں ذکر فرمایا چنانچہ ارشاد ہے لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ - الْآيَةُ بَيْنِي وَاللَّهُ تَعَالَى اِيْمَانُ وَالْوَلَو
 سے راضی ہو گیا جبکہ درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کرتے تھے - تو اس درخت کے سوا باقی پوجا پاٹ کی جگہ
 کا کیا حکم ہوگا - جن کی وجہ سے بہت بڑا فتنہ پیدا ہو گیا ہے - اور ایک بڑی معیبت کا سامنا ہے اور
 حضرت عمرؓ کے فعل سے بڑھ کر یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد مزار گرا دی پس مسجد مزار
 کا کرنا اس کے گرانے کی قوی دلیل ہے جو فتنہ و فساد میں مسجد مزار سے بڑھ کر ہو جیسے وہ مسجدیں جو قبروں
 پر بنائی گئی ہوں - پس حکم اسلام کا یہ ہے کہ یہ تمام گرا کر زمین کو برابر کر دیا جائے - اسی طرح جو قبے قبروں
 پر بنا کئے گئے ہیں - ان کا گرا نا بھی واجب ہے - کیونکہ (مسجد مزار کی طرح) ان کی بنا ہی رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کی نافرمانی اور مخالفت پر رکھی گئی ہے پس ان کا گرا نا مسجد مزار کے گرانے سے زیادہ ضروری ہے
 کیونکہ مسجد مزار کے فتنہ و فساد سے ان کا فتنہ و فساد بڑھ کر ہے (اور نیز ان قبوں وغیرہ کے گرانے
 کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر ایسی بنا سے انہی کی ہے - اور قبروں

پر مسجدیں بنانے والوں پر لعنت کی ہے پس واجب ہوا کہ اس شعی کے گرانے میں جلدی کی جائے۔ جو ممنوع ہے اور لعنت کا باعث ہے اسی طرح قدیلوں اور چراغوں اور شمعوں کا دور کرنا بھی واجب ہے جو قبروں پر روشن کی جاتی ہیں۔ کیونکہ ان کے کرنے والے پر بھی رسول اللہ صلی اللہ نے لعنت کی ہے۔ اور اسی وجہ سے علماء اسلام نے کہا ہے کہ قبروں کے لئے شمع اور چراغ اور روغن وغیرہ کی نذر مانتی درست نہیں کیونکہ یہ نذر مذہبیت ہے۔ اس کا پورا کرنا جائز نہیں بلکہ ایسی نذر میں کفارہ قسم کا لازم ہوتا ہے۔ نیز اس قسم کی کوئی شئی وقف کرنی بھی جائز نہیں کیونکہ یہ وقف صحیح نہیں۔ اور اس کا نافذ کرنا حلال نہیں۔ انتہی معلوم ہونا چاہئے۔ کہ جب حضرت عسکری علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اگر میرے بعد نبی ہوتا تو عمر ہوتا تو ان کے قول فعل سے اس فتنہ کی جڑ کٹ گئی۔ جو پہلی امتوں میں اور اس امت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد۔ مبداء شرک ہے۔ ایسی جڑ کٹی کہ شتہ شرک کی فروع موجود ملائوں کے اذہان میں بالکل نہیں رہیں۔ انتہی۔

فتح الباری جز ۱ کے ۳۸ میں ہے۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل الکعبۃ فرأى صورة ابراهيم قد علماء فجعل يحوها وقد تقدم في الحج۔ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے تو اس میں ابراہیم علیہ السلام کی صورت دیکھی پس اس کو مٹا نا شروع کیا اور یہ حدیث حج کے باب میں پہلے گزر چکی ہے۔

دیکھیے جب بزرگوں کی صورتوں کو مٹانا جائز ہو تو قیہ تولد کے مقابلہ میں معمولی شئی ہیں۔ ان کا گرا ناکو نہ کر جائز نہ ہوگا۔ پھر تعجب کی بات ہے کہ اسی وجہ سے نجدیوں کو برا بھلا کہا جاتا ہے۔ حالانکہ انہوں نے جو کچھ کیا ہے۔ احادیث کا مقتضی بھی یہی ہے۔ اور امام ابو حنیفہ کا قول مذکور بھی اسی کو چاہتا ہے۔ پھر اسی پر اکتفا نہیں کی جاتی بلکہ ان کو اس حدیث کا مصداق ٹھہرا جاتا ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کیلئے دعائیں کی۔ اور فرمایا کہ اس جگہ زلزلے اور فتنے ہیں۔ اور اس میں شیطان کا سینک ٹکاتا ہے۔ حالانکہ نجد کئی علاقوں کا نام ہے۔ نجدین۔ نجدیامہ۔ نجد حجاز۔ نجد مریح۔ نجد لبید۔ نجد بادیه عراق وغیرہ ملاحظہ ہو۔ تمام اس اور مخرج البلدان وغیرہ یہ نجد جس میں ابن سعود ہے۔ یہ نجدین ہے۔ اور اس حدیث میں جس میں نجد کیلئے دعائیں کی اس نجد سے مراد بادیه عراق ہے۔

کیونکہ دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرق کی طرف منہ کر کے ہوئے فرمایا کہ فتنہ اس جگہ ہے جہاں سے سینک شیطان کا ٹکاتا ہے۔ یہ حدیث بخاری کے صفحہ ۱۵ میں ہے اس پر فتح الباری میں لکھا ہے۔ وفي رواية شعیب الا ان الفتنۃ ههنا یثیر الی المشرق

حيث يطلع قرن الشيطان يعني آپ نے مشرق کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ فتنہ اس جگہ ہے جہاں سینگ شیطان کا نکلتا ہے۔ مسلم شریف طبع مصر جلد ۵ کے صفحہ ۳۹۹ میں ابن عمر سے روایت ہے سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یبشیر بید غو المشرق ویقول ان الفتنة ہہنا ثلاثا حيث يطلع قرن الشيطان یعنی المشرق۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرق کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ فتنہ اس جگہ ہے جہاں شیطان کا سینگ نکلتا ہے۔ ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ فتنوں کی جگہ اور جہاں شیطان کا سینگ نکلتا ہے۔ یعنی جہاں شیطان زیادہ فساد کرتا ہے۔ وہ مشرق کی جانب ہے۔ اور چونکہ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں فرمائی ہے۔ اس لئے مدینہ کی مشرق کی جانب مراد ہوگی۔ بخاری کے صفحہ مذکور میں ہے۔ قام الی جنب المنبر یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر کے کنارے کھڑے ہو کر حدیث مذکور بیان فرمائی اور مسلم کے صفحہ مذکور میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ حدیث بیان فرمائی تو حضرت عائشہ کے گھر سے نکلے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ منبر آپ کا مدینہ میں تھا۔ اور حضرت عائشہ کا گھر بھی مدینہ میں ہے۔ تو بہر صورت مدینہ کی مشرق کی جانب مراد ہوگی۔ اب تک بتلاتے ہیں کہ مدینہ کی مشرق کی جانب کون سا نجد ہے۔

فتح الباری جز ۲۹ صفحہ ۵۵ میں اس حدیث پر لکھا ہے۔ قال الخطابی نجد من جهة المشرق ومن كان بالمدينة كان بخند بادية العراق ونواحيها وهي مشرق اهل المدينة یعنی خطابی کہتے ہیں۔ اس حدیث میں مشرق کجانب کا نجد مراد ہے۔ اور جو مدینہ میں تھے۔ ان کا نجد علاقہ عراق اور اس کا گرد و نواح ہے۔ اور علاقہ عراق مدینہ کا مشرق ہے۔

مولوی احمد علی سہارنپوری حاشیہ بخاری میں کرائی سے نقل کرتے ہیں۔ ومن كان بالمدينة المطيبة صلی اللہ علیہ وسلم کان بخند بادية العراق ونواحيها وهي مشرق اهلها۔ یعنی مدینہ والوں کا نجد علاقہ عراق اور اس کا گرد و نواح ہے۔ اور علاقہ عراق اور اس کا گرد و نواح ہی اہل مدینہ کا مشرق ہے۔ اس کے علاوہ احادیث میں جب مطلق نجد کا ذکر آتا ہے۔ تو قطع نظر دلیل خارجی سے نجد عراق ہی مراد ہوتا ہے۔ مسلم باب اعطاء المولفة وغیرہ میں حدیث ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تھوڑا سا سونا بھیجا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تالیف قلوب کے طور پر زید الخیر وغیرہ کو دید یا قریش ناراض ہوئے۔ اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سرداروں نجد کو دیتے ہیں۔ اور ہمیں نہیں دیتے آپ نے فرمایا کہ میں ان کو تالیف قلوب کے لئے دیتا ہوں۔ اس حدیث میں نجد سے مراد نجد عراق ہے کیونکہ زید الخیر بنی نہمان سے ہیں جو طلی سے ایک قبیلہ ہے۔ ان کی جگہ شہر نجد ہے جو نجد عراق میں ہے کو فہ

سے مکہ کو آتے ہوئے رستے میں پڑتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ معجم البلدان جلد ۲ صفحہ ۲۱۱ تاج الخروس جلد ۲ صفحہ ۱۷۹
اسی طرح تاریخ ابن جریر جلد ۳ کے صفحہ ۲۲۷ میں ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ اہل رواد کی لڑائی میں
نکلے۔ تو مقام ذی القصبہ میں اترے جو مدینہ سے نجد کی جانب ایک برید یعنی بارہ میل کے فاصلہ پر ایک
منزل ہے۔

اس حدیث میں بھی نجد سے مراد نجد عراق ہے۔ کیونکہ ذی القصبہ ربذہ کا رستہ ہے۔ اور ربذہ فیدہ
کا رستہ ہے۔ ملاحظہ ہو۔ معجم البلدان جلد ۴ صفحہ ۲۱۱ و جلد ۷ صفحہ ۱۷۹

اسی طرح بخاری باب السریۃ التي قبل نجد میں حدیث ہے۔ ابن عمر کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے نجد کی طرف ایک لشکر بھیجا۔ اس حدیث پر کرمانی لکھتے ہیں۔ کلہا ارتفع من تھامہ الے
ارض العراق فموا نجد۔ (حاشیہ مولوی احمد علی صاحب حنفی)

یعنی تھامہ سے زمین عراق تک جتنا بلند قطع ہے۔ وہ سب نجد ہے۔ اس قسم کی بہت عادت
ہی جن سے ثابت ہوتا ہے کہ احادیث میں زیادہ تر نجد عراق ہی مشہور ہے۔ اس کے علاوہ بعض روایوں
میں عراق کا صراحتہ ذکر کیا ہے چنانچہ کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۲۶۴ میں اور منتخب کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۳۱۱ میں ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شام اور یمن کیلئے اور ان کے پیما شکی بابت برکت کی دعا کی تو ایک شخص نے
کہا یا رسول اللہ ہمارے عراق کیلئے تو فرمایا۔ اوس میں سینگ شیطان کا ہے۔ اور فتنے ہیں۔ اور قسادت
مشرق میں ہے۔ روا الطبرانی فی الکبیر

. اور کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۶۴ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ اے اللہ ہمارے مدینہ میں اور شام میں اور یمن میں برکت کر تو ایک شخص نے کہا پس عراق کیلئے بھی دعا
کیجئے کیونکہ اس میں ہمارا غلہ اور ہماری ضرورتیں ہیں۔ آپ چپ رہے اس نے اس بات کو لوٹایا۔ آپ نے پھر برکت
کیا۔ پھر فرمایا کہ اس میں قرن شیطان کا نکلیگا۔ اور اس میں زلزلے اور فتنے ہوں گے۔ روا ابن عساکر

مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۱۷۹ میں ہے۔ عن ابن عمر قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لہ اس حدیث کی اصل عبارت یہ ہے۔ اللهم بارک لنا فی صاعنا و مدنا و مکتنا و مدینتنا و بارک لنا فی
شامنا و یمننا فقال رجل و عراقنا قال ان فیہا قرن الشیطان و یتھیم الفتن و ان الجفاء بالشقیۃ
لہ اس حدیث کی اصل عبارت یہ ہے۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللهم بارک لنا فی مدینتنا
اللهم بارک لنا فی شامنا اللهم بارک لنا فی یمننا فقال للرجل فالعراق فان فیہا مدینتنا و فیہا حتنا
فسکت ثم اعاد علیہ فسکت فقال بھما یطلع قرن الشیطان و هناك الزلازل و الفتن انتہی۔

یشتیریدہ یوم العراق ہا ان الفتنة ^{ہمنا} تلت مرات مزحیت یطلع قرن الشیطان
یعنی ابن عمر فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اپنے ہاتھ سے عراق کی طرف اشارہ کرتے تھے۔
کعبہ دار فتنے اس جگہ میں جہاں سے سینک شیطاں کا نکلتا ہے۔ مسلم کتاب الفتن میں حدیث ہے کہ سالم بن
عبد اللہ نے اہل عراق کو کہا کہ تم لوگ صغیرے گناہوں سے کس قدر سوال کرتے ہو۔ اور بڑے گناہوں کے
مرتکب ہوتے ہو۔ پھر اپنے باپ عبد اللہ بن عمرؓ سے یہ حدیث سنا کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
کہ فتنے مشرق کی جانب سے آئینگے جہاں سے سینک شیطاں کے نکلتے ہیں پس جب علی العموم احادیث میں
نجد سے نجد عراق اور مدینہ کی مشرق کی جانب مراد ہوتی ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ کے مشرق
کی جانب اشارہ کرنا یہ بھی اس بات کی صاف دلیل ہے کہ نجد عراق ہی مراد ہے۔ اور راوی حدیث عبد اللہ بن عمرؓ
نے بھی اس حدیث کا مصداق عراق ہی کو قرار دیا ہے۔ اور کئی روایتوں میں عراق کی تصریح بھی آگئی ہے۔ تو
باوجود اتنے دلائل کے پھر بھی نجد میں ہی کو براہین اور اسی کو فتنوں کی جگہ قرار دینا بہت دھری نہیں تو کیا ہے اس کے
علاوہ اور سنئے امام نووی شرح مسلم جلد اول باب تفاضل اہل الایمان ورجحان اہل الیمن فیہ میں لکھتے ہیں۔ والمراد
بذلک اختصاص المشرق بمزید من تسلط الشیطان من الکفر كما قال فی حدیث
آخر من الکفر نحو المشرق یعنی قرن شیطاں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود یہ تھا کہ مشرق
کی جانب شیطاں کا تسلط اور کفر کا زور زیادہ ہو گا چنانچہ دوسری حدیث میں ہے کہ کفر کا مشرق کی جانب ہے
مولوی احمد علی صاحب سہارنپوری حاشیہ بخاری میں علامہ عینی سے نقل کرتے ہیں۔ وانما اشارہ صلی
اللہ علیہ وسلم الی المشرق لان اہلہ یومئذ اہل کفر فاخبار ان الفتنة تكون
من تلك الناحية وکن' لك كانت وھی وقعتہ الجمل ودقعة صفین ثم
ظہور الخوارج ارض نجد والعراق واداء ^{المشرق} ما تم یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرق کی طرف اشارہ
اس لئے کیا۔ کہ اہل مشرق اس وقت کافر تھے۔ پس فردی کہ فتنے اس طرف سے ہونگے۔ اور اسی طرح ہوا۔ اور
وہ واقعہ حمل اور صفین ہے۔ پھر خراجوں کا ظہور نجد و عراق میں اور اس کے گرد و نواح میں مشرق کی جانب ^{ظہور}
اسی طرح مولوی احمد علی سے کہانی سے نقل کیا ہے۔ اور اسی طرح فتح الباری کے صفحہ مذکور میں ہے کہ کفر
اور منتخب کنز العمال جلد ۵ کے صفحہ ۴۱ میں ہے حضرت عمرؓ نے عراق جانے کا قصد کیا تو کعب اجار نے کہا اے
امیر المؤمنین عراق جانے سے میں آپ کو اللہ کے ساتھ پناہ دیتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے کہا۔ کیوں؟
کہا اس میں نوحہ شر ہے۔ اور وہاں نافرمان بہنوں کے ہیں۔ اور ہاروت ماروت ہیں۔ اس میں
شیطان نے اُنڈے بچے دیکھے ہیں رواہ ابن عساکر۔

اسی طرح کثیر العال کی جلد ۷ ص ۱۲۱ میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے ارادہ کیا کہ سب شہروں کی میر کریں تو کعب اجار نے کہا عراق میں نہ آویں کیونکہ اس میں دس حصوں سے نو حصے شر ہے۔ سرواہ ابن ابی شیبہ خلاصہ یہ ہے کہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ نجد سے مراد نجد عراق ہے۔ مگر چونکہ نجدیوں نے قبہ گرا دیے ہیں۔ اس لیے قبہ پرستوں کو نجدیوں سے خاص عناد ہے۔ یہاں تک کہ ان کو اس بات کی بھی پرواہ نہیں کہ ابن سعودؒ بھی ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی تمیم کی بابت فرماتے ہیں کہ یہ دجال بر سخت ہونگے۔ اور حضرت عائشہؓ کے پاس نبی تمیم سے ایک لونڈی تھی فرمایا اس کو آزاد کر دے کیونکہ یہ اولاد اسماعیل سے ہے۔ اور نبی تمیم کی زکوۃ آئی تو بطور محبت کے) فرمایا یہ میری قوم کے صدقات ہیں۔ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں جب سے میں نے یہ تین باتیں نبی تمیم کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہیں۔ ان کو دوست رکھتا ہوں۔ ملاحظہ ہو بخاری جلد ۲ ص ۶۶ ناظرین خیال فرمائیں کہ صحابہؓ تو نبی تمیم سے محبت رکھیں لیکن ہماری بدقسمتی کہ ہم بجائے محبت کے دشمنی رکھیں۔ اور عیب صرف یہ کہ انہوں نے قبہ گرائے۔ اور بری رسمیں مثالیں جن کا سلف کے زمانہ میں نام و نشان نہ تھا۔ خیر نجدیوں کا ذکر تو بالیقین تھا۔ اصل مقصود یہ ہے کہ بندے کا شریعت میں کوئی دخل نہیں قرآن و حدیث سے جو بات ثابت ہو۔ اور جس طریق پر ثابت ہو اس سے ذرا بھی کم و بیش نہ ہونی چاہئے۔ چنانچہ ہم نے اپنے رسالہ رد بدعات کے ۹۷ سے ۱۰۱ تک یہ ثابت کیا ہے۔ کہ عبارت میں حضورؐ سا دخل بھی اپنی طرف سے دینا لعنت کا سبب ہے جس سے انسان کا خاتمہ خراب ہو جاتا ہے۔ خدا جانے یہ لوگ کیوں نہیں ڈرتے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندگی بسر کر دیا نمونہ بکرائے تھے۔ انہوں نے ہمیں مرنیات الہی کے طریقے بتلا دیے یہاں تک کہ پانچاند پیشاب بیٹھنا بھی بتلایا۔ پھر کیوں ہم اپنی طرف سے نیا طریقہ بنا کر بجائے نیکی حاصل کر گئے۔ گناہ کا بوجھ اپنے ذمہ لیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے بھائیوں کو ہدایت کرے۔ اور نیک راہ کی توفیق بخشے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بقدم چلائے آمین۔

تعجب۔ رسالہ الفقہ خیر میں تقلید کے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور ص ۱ میں کہا ہے کہ مسائل فقہ قرآن حدیث سے استنباط میں یعنی قرآن و حدیث کا پچوڑ میں۔ اور صفحہ ۲۴ میں مردوں کی روٹیوں وغیرہ پر زور دیا ہے حالانکہ فقہ میں بڑے زور و شور سے ان روٹیوں کو ناجائز قرار دیا ہے چنانچہ فقہاء کی عبارتیں اوپر گزر چکی ہیں۔ اور کئی عبارتیں رسالہ رد بدعات کے ص ۱۵۰ میں نقل ہو چکی ہیں کہ قدر تعجب ہے کہ لوگوں کو تقلید کی دعوت دی جاتی ہے۔ اور خود غیر مقلد ہی اختیار کی جاتی ہے۔

حیرتہ دارم ز دانشمند مجلس باز پرس تو بہ فرمایاں چرا خود تو بہ کسٹر میکنند
اس سے بڑھ کر تعجب کی بات یہ ہے کہ اس رسالہ کے ص ۱ میں تقلید کی وجہ یہ بتلائی ہے کہ قرآن و حدیث

اس حدیث کی اصل عبارت یہ ہے ارادہ عمران لایدر معصومین الاسصار الا اقامہ فقال لہ کعب الاحبار لا تاتوا العراق فان فیہ تسعة اعشار الشر انتہی۔

کو ہم سمجھ نہیں سکتے اس لئے ہمیں اماموں کی تقلید کرنی چاہئے۔ اور خود جابجا اس رسالہ میں قرآن وحدیث سے تقلید پر استدلال کر رہے ہیں۔ گویا یہاں ان تین بیوقوفوں کا قصہ صادق آیا ہے جو نماز پڑھ رہے تھے۔ ایک ان سے بول پڑا۔ دوسرا کہتا ہے۔ تیری نماز ٹوٹ گئی۔ کیونکہ تو نماز میں بول پڑا تیسرا کہتا ہے میری نہیں ٹوٹی کیونکہ میں نہیں بولا۔ اور درحقیقت تینوں کی ٹوٹ گئی۔ یہی حال ہمارے بھائیوں کا ہے۔ قرآن وحدیث سے دلائل دیتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا۔ یا اللعجب وضعیۃ الادب۔ اس کے علاوہ جتنی آیتیں حدیثیں اس رسالہ میں لکھی ہیں ان کو تقلید شخصی سے کچھ تعلق نہیں۔ تقلید شخصی جس کا آج کل رواج ہے۔ وہ یہ ہے کہ حنفی شافعی کی نہیں مانتا۔ اور شافعی حنفی کی نہیں مانتا۔ اسی طرح جنہی اور مالکی کا حال ہے۔ لوگوں نے دین کو چار مذہب میں بانٹ لیا ہے۔ کیا سلف کے زمانہ میں ایسا ہوا کیا سلف قرآن وحدیث سے واقف نہ تھے۔ یا ان کو قرآن وحدیث پر عمل کا شوق نہ تھا۔ جب یہ سب کچھ تھا۔ تو پھر اس قسم کی تقلید ان میں کیوں جاری نہ ہوئی؟ ہم نے اس رسالہ کو اول سے آخر تک دیکھا۔ اس میں کہیں اس کا ثبوت نہ پایا۔ بلکہ اس کا رد پایا چنانچہ اس رسالہ کے صفحہ ۹ میں صحابہ کی روش پر چلنے کی ترغیب دی ہے۔ اور صحابہ کے زمانہ میں یہ تقلید نہ تھی بلکہ جب کبھی ضرورت ہوتی۔ تو بغیر پابندی کسی مذہب کے جس سے چاہتا مسئلہ دریافت کر لیتا۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ کے صفحہ ۱۵ میں اور مولانا عبد العلی بحر العلوم نے فوارح الرموت شرح مسلم الشیخ کے صفحہ ۳۳ میں اور ابن الہمام شارح ہدایہ نے تحریر کے آخر میں اس کی تصریح کی ہے۔ اور قرآن میں بھی ارشاد ہے فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لاتعلمون۔ اس آیت میں پوچھنے کے لئے ایک کو مقرر نہیں کیا پس اس رسالہ کو تقلید شخصی کا رد سمجھنا چاہئے نہ اثبات۔

اگر اس مسئلہ کی زیادہ تفصیل مطلوب ہو۔ تو ہمارا رسالہ تعریف الہمدیث ملاحظہ کریں۔

تنبیہ۔ اس رسالہ میں محدثوں کے بہت سے عقائد لکھے ہیں جن میں سے بعض تو ان کے عقائد ہی نہیں محض ان پریشان ہیں۔ جیسے خدا کو جسم کہنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک کو مٹی کا کھاجانا یا جس تازیانہ کو بدعت کہنا وغیرہ وغیرہ اور بعض ان کے عقائد تو ہیں مگر قرآن وحدیث کے موافق ہیں۔ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وفات پاجانا اور آپ کا عالم الغیب نہ ہونا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر ہاتھ باندھ کر نماز کی صورت میں نہ کھڑے ہونا وغیرہ وغیرہ اور اس رسالہ کے حوالہ میں جو حضرت انس بن مالک کی بابت لکھا ہے۔ کہ وہ ہاتھ باندھ کر اس طرح کھڑے ہوتے۔ جیسے کوئی نماز پڑھتا ہے۔ تو یہ بالکل بے ثبوت ہے۔ اور حضرت انس پر افتراء ہے۔ اگر کسی کو دعویٰ ہو تو بتلائے کہ یہ روایت کتب حدیث سے کس کتاب میں ہے ہاں یہ روایت حضرت انس سے ایضاً العلوم جلد ۱ ص ۱۹۰ میں ذکر کی ہے۔ عن ابی امامۃ قال رأیت انس بن مالک

اتنی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فوقعت فرغم یدایہ حتی ظننت اللہ اختتم الصلوۃ فسلم علی
 النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم یعنی ابی امامہ کہتے ہیں کہ میں نے انہیں کو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کی قبر پر آئے پس پھیرے پس ہاتھ اٹھائے یہاں تک میں نے خیال کیا کہ نماز شروع کی پس سلام کہا۔ پھر
 لوٹ گئے۔ لیکن اس روایت کا حال معلوم نہیں کہ صحیح ہے یا ضعیف پھر قبر کی تعظیم سے اس روایت کو کوئی تعلق نہیں
 کیونکہ ابوامامہ کو نماز شروع کرنا شبہ تہی پڑا کہ حضرت انسؓ نے قبر کی طرف سے منہ پھیر کر قبلہ رخ ہو کر ہاتھ اٹھائے
 تو معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے۔ پھر دعا کا ارادہ فسخ ہو گیا۔ اور صرف سلام کہہ کر لوٹ گئے۔
 یا سلام کو دعا سمجھ کر ہاتھ اٹھائے۔ جیسے دعا میں ہاتھ اٹھاتے ہیں۔ مگر جو قبر کی طرف سے منہ پھیر کر قبلہ رخ ہو گئے
 تھے اس لئے نماز شروع کرنا شبہ ہوا اس کی تائید ایک دوسری روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں یہ حاف
 ہے کہ وہ قبر کی دیوار سے پیٹھ لگا کر دعا کیا کرتے تھے۔ چنانچہ اغاثۃ اللہ فان میں ہے۔ قال سلمۃ بن
 دھردان رأیت انس بن مالک یسلم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم یسند ظہرہ
 الی الجدار القبر ثم یدعو یعنی سلم بن وردن کہتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک کو دیکھا ہے کہ وہ نبی صلی اللہ
 علیہ وسلم پر سلام ڈالتے پھر پیٹھ قبر کی دیوار کی طرف کر کے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے) دعا کرتے۔ دیکھئے یہ روایت
 کیسی صاف ہے کیا قبر کی دیوار سے ٹیک لگانا یہ قبر کی تعظیم ہے۔ پھر ٹیک بھی پیٹھ کے ساتھ اس کے علاوہ اور
 مکئے مشکوٰۃ باب القیام میں حضرت انس سے روایت ہے کہ صحابہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی
 زیادہ محبوب نہ تھا۔ مگر آپ جب دیکھتے تو کھڑے نہ ہوتے کیونکہ جاتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو
 اچانک سمجھتے۔ نیز اسی باب میں روایت ہے کہ جس شخص کو اچھا لگے کہ لوگ اس کی تعظیم کیلئے کھڑے نہیں
 وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے۔

خیال فرمائیں کہ جب آپ کی حیات میں صحابہ تعظیم کیلئے کھڑا ہونا اور کھڑا ہونا پسند نہیں کرتے تھے تو وفات
 کے بعد قبر پر کس طرح پسند کریں گے پھر غار کی طرح گویا جو تعظیم خدا کا حق ہے۔ وہ مخلوق کو دیتے تھے۔ معاذ اللہ
 صحابہ ایسے شرک کے مرتکب ہو سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ یہ محض ان پر افتراء ہے۔

(۲۰) تتمہ

در معنی بدعت

بدعت کے لغوی معنی نئی کام کے ہیں جو پہلے پہل ہو۔ قرآن میں ہے بدیع السموات والارض اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کا پہلے پہل پیدا کرنے والا ہے یعنی پہلے کوئی آسمان و زمین نہ تھا۔ کہ اس کو دیکھ کر خدا نے یہ آسمان و زمین پیدا کئے ہوں۔ بلکہ اس نے ان کو پہلے پہل پیدا کیا ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ قل ما کنت بدعا من الرسل یعنی میں کوئی پیغمبروں سے نیا نہیں۔ اور مجھے یہ معلوم نہیں کہ میرے اور تمہارے ساتھ کل کیا کیا جائے۔ حدیث میں تراویح کی بابت حضرت عمرؓ فرماتے ہیں نعمت البدعۃ ہذا یعنی یہ تراویح اچھی بدعت ہے۔ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن باجماعت پڑھا کر فرض ہو چکے خوف سے ترک کر دی تھیں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی باجماعت متروک رہیں اور حضرت عمرؓ نے پھر نئے سرے سے ان کو باجماعت جاری کیا۔ اس لئے ان کو بدعت کہا اگر یہ لحاظ کیا جائے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن پڑھا لی ہیں۔ اور ان کو ہمیشہ جاری رکھنا چاہتے تھے۔ مگر اس خوف سے کہ کہیں فرض نہ ہو جائیں ترک کر دیں۔ تو اس لحاظ سے تراویح بدعت نہیں بنتیں۔ کیونکہ اس لحاظ سے یہ کام ^{حضرت عمرؓ کے زمانہ میں} اول نہیں رہتا اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ترک کے زمانہ سے بیکر حضرت عمرؓ کے نئے سرے سے جاری کرنے کے زمانہ کا لحاظ کیا جائے۔ تو اس لحاظ سے یہ بدعت میں کیونکہ اس زمانہ میں یہ کام نہیں ہوا۔ تو اس زمانہ کے لحاظ سے یہ اول ہوا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ان کو بدعت کہنا اسی لحاظ سے ہے۔

یہ تو بدعت کے لغوی معنی ہوئے اب شرعی معنی سنئے۔ مشکوٰۃ کے ص ۳۱ میں حدیث ہے۔ ایسا کہ وہ محدثات الامور فان کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ یعنی نئی کاموں سے بچو کیونکہ ہر نیا کام بدعت ہے۔ اور ہر بدعت مگر اسی ہے مشکوٰۃ کے صفحہ ۲۷ میں حدیث ہے۔ من احسن فی امرنا ہذا فهو رجم یعنی جو دین میں نئی بات نکالے وہ مروود ہے۔

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ شرع میں بدعت وہ کام ہے جس میں دو باتیں ہوں نیا ہی ہو اور دین میں بھی داخل ہو۔ اگر نیا ہو مگر دین میں داخل نہ ہو تو وہ شرع میں بدعت نہیں۔ جیسے علم معانی بیان اور نئی قسم کا کھانا لباس وغیرہ اور اگر دین میں داخل ہو مگر نیا نہ ہو تو وہ بھی بدعت نہیں۔ جیسے پانچ تہی نماز اور ماہ رمضان کے روزے اور دیگر فرائض ووافل وغیرہ جو شرع سے ثابت ہیں۔ ان دونوں حدیثوں میں سے پہلی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر بدعت مگر اسی ہے۔ بعض علماء اس حدیث میں سیئہ کی تفسیر بڑھاتے ہیں۔ یعنی کہتے ہیں کہ

حدیث میں ہر بدعت سے مراد بدعتِ سیدہ (مبری) ہے کیونکہ بعض نئے کام گمراہی نہیں جیسے علم معانی بیان وغیرہ اور نئی قسم کے کھانے لباس وغیرہ جبکہ ان میں کفار سے مشابہت نہ ہو اسی طرح تراویح باجماعت وغیرہ۔ مگر (سیدہ کی) قید کی ضرورت حدیث میں اس وقت ہے۔ جبکہ بدعت سے مراد حدیث میں بدعت کا لغوی معنی ہو۔ اگر شرعی معنی مراد ہو تو پھر اس قید کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ شرع میں ہر بدعت گمراہی ہے اور علم معانی بیان وغیرہ شرع میں بدعت نہیں۔ اس لئے گمراہی نہیں۔ چنانچہ اوپر بیان ہوا ہے۔ اسی طرح تراویح باجماعت بھی شرع میں بدعت نہیں۔ کیونکہ شرع میں نئی نہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین روز پڑھی میں۔ اور محض فرض ہونیکے خوف سے ترک کیں چنانچہ مسلم میں ہے۔ بلکہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ پڑھتے۔ مگر آپ کا ان کو درست رکھنا یا ترغیب دینا ثابت ہوتا تو بھی یہ بدعت نہ ہوتیں۔ کیونکہ شرع میں نیا کام وہ ہوتا ہے جو کسی طرح سے ثابت نہ ہو مشکوٰۃ ص ۱۶۹ میں حدیث ہے۔ کہ عرفہ کے روزے سے دواں کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ ایک سال پہلے کے ایک پچھلے کے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت نہیں اور مسلم باب استعجاب النبی میں حضرت عائشہ سے مروی ہے۔ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لینع العمل وهو یحب ان یعمل بہ خشیۃ ان یعمل بہ الناس فیخسر علیہم یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (بعض دفعہ) عمل کو چھوڑتے تھے۔ حالانکہ اس کو دومت رکھتے تھے۔ اس ڈر سے کہ کہیں لوگوں کے عمل کی وجہ سے فرض نہ ہو جائے۔ ترمذی میں حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے پھر افسوس کیا کہ نہ داخل ہوتا تو اچھا ہوتا۔ تاکہ امت کو میرے بد شقت نہ ہوتی۔ غرض اگر کوئی کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا ہو۔ مگر شرع میں کسی طرح سے اس کا اچھا ہونا ثابت ہو یا کہ کسی عارضہ سے چھوڑ دیا ہو۔ وہ شرع میں نیا نہیں اور جب نیلہ ہوا تو وہ شرع میں بدعت نہ ہوا۔ اگرچہ لغوی معنی کے رو سے اس کو بدعت کہیں جیسے تراویح کو عمر رضی اللہ عنہ نے بدعت کہا۔ حالانکہ شرع میں وہ بدعت نہیں۔ اور سنئے مشکوٰۃ کے ص ۲ میں مسلم کی حدیث ہے۔ اما بعد فان خیر الحدیث کتاب اللہ وخیر الہدیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وشر الامور محدثا تھا وکل بدعة ضلالة یعنی بہتر کلاموں کی اللہ کی کتاب ہے۔ اور بہتر طریقوں کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے۔ اور بدتر کاموں کے نئے کام ہیں اور ہر نیا کام گمراہی ہے۔

اس حدیث میں کتاب اللہ اور طریقہ محمدی کی بہتری بیان کرنے کے بعد نئے کاموں کی برائی بیان کرنا اس سے اس طرف اشارہ ہے۔ کہ شرع میں نئے کام وہ ہیں جو نہ کتاب اللہ سے ثابت ہوں۔ نہ طریقہ محمدی میں داخل ہوں اور جو اس طرح کے نئے ہوں۔ ان کے گمراہی ہونے میں کوئی شک نہیں۔ پس

ثابت ہوا کہ شرع میں ہر بدعت مگر اہی ہے اس میں سبکدہ کی قید صحیح نہیں۔

یہاں تک بدعت کے لغوی اور شرعی معنی واضح ہو گئے اب اس سے زیادہ تفصیل کی ضرورت تو نہ تھی مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ہر مذہب والا اس بات کا مدعی ہے کہ اس کا مذہب کتاب اللہ سے ثابت ہے اور طریق محمدی کے موافق ہے۔ اس لئے ہم تھوڑی سی تفصیل اس کی اور کئے دیتے ہیں۔ تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہو جائے۔ پس سنئے۔

مشکوٰۃ کے ص ۱۱ میں حدیث ہے من یعش منکم بعدی فسدی فسدی اختلاف اکثر افعالیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين المحدثين تمسکوا بها وعضوا علیہا بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة یعنی جو شخص میرے بعد تم سے زندہ رہیگا وہ بہت اختلاف دیکھیگا۔ پس میری اور میرے راشد غیثوں کی سنت کو لازم پکڑو اور دائرہوں سے اس کو تھلے رہو۔ اور نئے کاموں سے بچو کیونکہ ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت مگر اہی ہے۔ اس حدیث سے پہلی حدیث (یعنی حدیث اما بعد فان خیر الخشب کتاب اللہ) میں کتاب اللہ اور طریق محمدی کا خیر ہونا بیان کر کے اس طرف اشارہ کیا تھا۔ کہ نئے کاموں سے بچنا ہو۔ تو کتاب اللہ اور طریق نبوی کو لازم پکڑو۔ اور اس حدیث میں اپنے طریق کے ساتھ خلفاء راشدین کے طریق کو بھی ملا لیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خلفاء راشدین کا طریق آپ کے طریق سے الگ نہیں۔

ایک اور حدیث میں آپ نے دیگر صحابہ کو بھی داخل کر لیا ہے۔ چنانچہ ناجی فرقت کی بابت سوال ہوا تو فرمایا ما انا علیہ واصحابی مشکوٰۃ ص ۱۱ یعنی جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں پس معلوم ہوا کہ سلف کی روش پر چلتے والابدعات سے محفوظ رہتا ہے۔ اس کے علاوہ اور سنئے۔ مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم پر حج فرض کیا گیا۔ ایک شخص نے کہا۔ یا رسول اللہ ہر سال آپ نے فرمایا اگر میں کہہ دیتا کہ ہاں تو ہر سال واجب ہو جاتا۔ اور تم طاقت نہ رکھتے پھر فرمایا کہ جب تک میں تمہیں چھوڑ دوں تم بھی مجھے چھوڑ دو (یعنی سوال نہ کرو) پہلی انتہیں صرف اپنے نبیوں پر کثرت سوال اور کثرت اختلاف سے ہلاک ہوئیں۔ جب میں تمہیں کسی بات کا حکم دوں تو حتی الوسع اس کو کرو۔ اور جس بات سے روکوں اس سے رک جاؤ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شریعت میں تکلف نہیں۔

جیسے سیدھا سادہ احکام دارد ہو۔ عام عرف کے مطابق جو کچھ اس سے سمجھ میں آوے۔ اس پر عمل کرنا چاہئے زیادہ کرید اور عقلی احتمالات پیدا کرنا شارع کو پسند نہیں جیسے اس سائل نے عقلی احتمال پیدا کر کے کہا تھا کہ ہر سال؛ حالانکہ عام عرف کے موافق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب صاف تھا

مثلاً جب کسی کو کوئی کہے کہ وہاں سے ہوا آگر وہ وہاں سے ہوا آئے۔ تو حکم کی تعمیل ہو گئی۔ اب اس میں یہ تردد ظاہر نہ کرنا کہ شاید پھر جانا پڑے یہ فضول ہے۔ اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سوال کو برا سمجھا اور یہ بات کوئی معمولی نہیں۔ بلکہ شریعت کا اصل الاصول ہے۔ قرآن شریف میں ارشاد ہے قل ما اسئلكم عليه من اجر وما انا من المتكلمين۔ یعنی کہدے کہ میں تم سے اس سنانے پر کچھ مزدوری نہیں مانگتا۔ اور نہ میں تکلف کر نیوالوں سے ہوں۔

آج کل یہ بیانی عام ہو گئی اور طبائع میں یہ ایسی سرائت کر گئی ہے۔ کہ تکلف عدم تکلف میں تمیزی مشکل ہو گئی ہے۔ ہر ایک فرقہ اپنے طور پر قرآن و حدیث سے استدلال کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ یہی مطلب صحیح ہے جو میں نے سمجھا ہے۔ سلف میں یہ بات نہ تھی۔ وہ ہمیشہ اسی سادی حالت پر رہے جو اللہ اور اس کے رسول کو پسند تھی۔ اسی بنا پر ہم سلف کی اتباع کے مامور ہیں۔ چنانچہ قرآن شریف میں ارشاد ہے۔ والذین اتبعوا ما احسان الایمان یعنی جو اخلاص کے ساتھ ان کی تابعداری کریں اللہ ان سے راضی ہو گیا۔ حدیث میں ہے۔ اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر۔ یعنی میرے بعد ابو بکر اور عمر کی تابعداری کرو۔ ایک اور حدیث میں ہے جو اوپر گزر گئی ہے۔ علیکم بسنتی و سنتہ الخلفاء المرشدین المہدیین یعنی میری اور میرے راشد خلیفوں کی سنت کو لازم پکڑو۔

القاصدا لحسنه للسخی دی کے لئے اس ہے۔ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال ان الله نظرفی قلوب العباد فاختر محمد صلی اللہ علیہ وسلم فبعثه برسالاته ثم نظرفی قلوب العباد فاختر له اصحابا فجعلهم انصار دینہ ووزراء نبیہ فماداه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن وماراه المسلمون قبیحا فهو عند الله قبیح وهو موقوف حسن (احمد فی کتاب السنۃ والنبزار والایمانی والطبری والابونعیم فی ترجمۃ ابن مسعود من الخلیفۃ والبیہقی فی الاعتقاد من وجہ اخر) یعنی ابن مسعود فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں کو دیکھا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کے لئے چن لیا۔ پھر بندوں کے دلوں کو دیکھا تو محمد کے لئے اصحاب چن لئے جو خدا کے دین کے مددگار اور اس کے نبی کے وزیر تھے۔ پس جس امر کو مسلمانوں نے اچھا دیکھا۔ پس وہ اللہ کے نزدیک اچھا ہے۔ اور جس امر کو برا دیکھا وہ اللہ کے نزدیک برا ہے۔

بعض لوگ اس روایت کا صرف اتنا ٹکڑا ذکر کر کے ماریا المسلمون حسنا فهو عند الله حسن کہا کرتے ہیں۔ کہ ختم ہو وود وغیرہ یہ افعال اللہ کے نزدیک بھی اچھے ہیں۔ مگر اس مفصل روایت سے ناظرین کو معلوم ہو چکا کہ عبد اللہ بن مسعود کی مراد مسلمانوں سے صحابہ ہیں۔ مزید داری کے لئے ۷۶ میں روایت ہے جو مذکور میں

پہلے گزر چکی ہے۔ کہ ایک قوم نے ذکر کا نیا طریق نکالا۔ حلقہ باندھ کر بیٹھ جاتے۔ ہر ایک کے ہاتھ میں سو سو کنکر ہوتے۔ ایک شخص درمیان بیٹھا وہ کہتا سو دفعہ اللہ اکبر پڑھو وہ پڑھتے پھر کہتا سو دفعہ لا الہ الا اللہ پڑھو وہ لا الہ الا اللہ پڑھتے اسی طرح سبحان اللہ۔ عبد اللہ بن مسعود کو پتہ لگا۔ تو ان کو بہت لعن لعن کی اور کہا کہ تمہیں ہلاکت ہو۔ ابھی سے تم نے دین کو بدلتا شروع کر دیا اور گمراہی کا دروازہ کھول دیا۔ ابھی تمہارے صحابہ کثرت سے موجود ہیں۔ اور آپ کے برتن کپڑے وغیرہ موجود ہیں۔ دیکھئے نئے طریقے سے ذکر کرنے کو گمراہی فرمایا۔ اگر عبد اللہ بن مسعود کے نزدیک مآراء المسلمون عام ہوتا تو اس طریق ذکر کو گمراہی کیوں فرماتے کیونکہ جو کچھ وہ کرتے تھے۔ اس کو انہوں نے اچھا سمجھا۔ اور ہر فرقہ جو کچھ کرتا ہے اسے اپنے خیال میں اچھا کرتا ہے۔ یہیں معلوم ہوا کہ مآراء المسلمون حسنا عبد اللہ بن مسعود کے نزدیک عام نہیں۔ اس کے علاوہ مشکوٰۃ کتاب العلم میں عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے۔ من کان مستنفا فلیستن بمن قد مات فان الحی لا تو من علیہ الفتنة اولئک اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نوافضل هذه الامة ابرها قلوبا واعقها علما واقلمها تکلفا اختارهم اللہ لصحبة نبیہ ولا قامۃ دینہ فاعرفوا لهم فضلهم وابتعوا علی اثرهم وتمسکوا بما استطعتم من اخلاقهم وسیرهم فانهم کانوا علی الهدی المستقیم یعنی جو اقتدار ناچاہے۔ وہ فوت شدہ لوگوں کی اقتدار کرے کیونکہ زندہ فتنے سے امن میں نہیں یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں۔ اس امت کے افضل تھے۔ اور دلوں کے لحاظ سے اس امت کے نیکو کار تھے۔ اور علم کے لحاظ سے بہت گہرے تھے۔ اور تکلف کے لحاظ سے بہت کم تھے۔ اللہ نے ان کو اپنے نبی کی صحبت اور دین کے قائم کرنے کیلئے پسند کر لیا پس ان کا فضل پہنچانوں اور ان کے آثار کے پیچھے جاؤ اور ان کے اخلاق اور ان کی عادات سے حتیٰ اوسع پیغمبر مارو۔ کیونکہ وہ سیدھے راستہ پر تھے۔

دارمی کے ۳۱ میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فان جاءك ما ليس في كتاب الله ولهم يقض به رسول الله صلى الله عليه وسلم فليقض بما قضى به الصالحون یعنی جس بات کا خدا رسول نے فیصلہ نہ کیا ہو۔ اس کا فیصلہ سطرع کر حسب طرح نیکوں نے کیا۔

سہ ماہ اگر مآراء المسلمون جسنا کو اجماع پر عمل کریں اور عبد اللہ بن مسعود کی مراد کی بھی پرواہ نہ کریں تو عام ہو سکتا ہے مگر آج تک تقلید فحشی پر تو اجماع نہیں ہوا۔ چر جائے کہ کسی اور بدعت پر ہو اور نہ ہو سکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا تزال طائفة من امتی ظاہرین علی الحق یعنی ہمیشہ میری امت سے ایک فرقہ حق پر رہیگا۔ ۱۲

تاریخ الخلفاء کے ۲۳۹ میں ہے۔ قال عمر بن عبد العزیز خذ وامن الراي ما یصلح فی من کان قبلكم ولا تأخذ واما هو خلاف لعم فافهم خیر منکم واعلم۔ یعنی عمر بن عبد العزیز تابعی فرماتے ہیں کہ رائے وہ جو جسکی تصدیق پہلے لوگ کریں۔ اور جو بات ان کے خلاف ہو۔ وہ نہ لو کیونکہ وہ تم سے بہتر اور زیادہ علم والے تھے۔ شاہ ولی اللہ صاحب الفوز الکبیر میں لکھتے ہیں۔ اما لغة القرآن فینبغی اخذها من استعمال العرب الاول ولكن الاعتماد الکلی علی آثار الصحابة والتابعین (الی ان قال) واما المعانی والبیان فهو علم حادث فما یفهم فی عرف جمهور العرب فهو علی الرأس وما کان من امر خفی لا یدرکہ الا المتحققون من اهل الفن فلا نسلم ان ینکون مطلوبا فی القرآن۔ انتہی۔

یعنی لغت قرآن کو استعمال عرب اول سے لینا چاہئے۔ لیکن اعتماد کلی بقول صحابہ اور تابعین پر ہے۔ اور علم معانی بیان صحابہ کے بعد پیدا ہوئے ہیں۔ تو جو ان کے جمہور عرب یعنی عام عرف کے موافق سمجھا جائے۔ وہ مقبول ہے۔ اور جس کو صرف تکلف کرنے والے اہل فن سمجھتے ہیں۔ ہم نہیں تسلیم کرتے کہ وہ بھی قرآن میں مفید ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ ہر ایک معاملہ میں صحابہ سلف کو مقدم سمجھنا چاہئے۔ اور ان کی روش کو اپنا نصب العین بنانا چاہئے۔ قرآن شریف کا مطلب جو کچھ انہوں نے سمجھا وہی درست ہے۔ اور احادیث پر جس طرح سے انہوں نے عمل کیا وہی مسلک صحیح ہے۔ کیونکہ ان کی طبیعتوں میں سادگی تھی۔ اور دنوں میں پرہیزگاری تھی جو کام ان کی روش کے خلاف ہو۔ اس کے بدعت ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ خواہ تقلید شخصی ہو جو موجب شقاق بنی ہوئی ہے یا ملود و مروج ہو یا ختم مروج ہو یا خاص خاص دنوں میں بیت کی روٹی ہو یا قبریں بختہ بنائی جائیں۔ یا ان پر قبے غمیر کے جائیں۔ یا ان پر غلاف وغیرہ چڑھائے جائیں۔ یا اس قسم کے اور کام کئے جائیں۔ جو سلف سے ثابت ہیں نہ غیر قرون میں ان پر عمل ہوا۔ یہ سب بدعات میں داخل ہیں۔ چنانچہ اوپر تفصیل ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی انہی کی روش پر چلنے کی توفیق دے اور انہی کی روش پر اسے۔ آمین۔

تمام شد

کتاب تصنیفات مولانا حافظ عبد اللہ صاحب تفسیری (مولوی فضل)

اطفاء الشمعہ

پیر سالہ جو کے مسئلہ میں لکھا گیا ہے۔ حنفیہ کے تمام رسائل کا عنوان اور مولوی احمد علی لاہوری اور مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی محمد حسن دیوبندی اور

ظہیر احسن نبوی کا خصوصاً جواب ہے۔ جہاں سے اس بحث کی ابتدا ہوئی اور جہاں ختم ہوئی اس کی پوری تفصیل ہے۔ نیز ظہر احتیاطی کا مسئلہ بڑی تفصیل کے ساتھ مذکور ہے اس رسالہ کے چار حصے ہیں۔ حصہ سوم و چہارم زیر تجویز طبع ہیں۔ حصہ اول و دوم چھپ چکے ہیں۔ حصہ اول و دوم کی قیمت ۴۰۔ لیکن حصہ دوم ختم ہے۔

درایت تفسیری

اجمل خصوصیت کے ساتھ کچھ ایسی آزادی ہو گئی ہے کہ ہر فرقہ قرآن سے استدلال کرتا ہے اور توڑ مروڑ کر اپنے موافق کر لیتا ہے۔ اس رسالہ میں یہ بتلایا گیا ہے کہ کن اصولوں پر تفسیر کرنی چاہئے۔ اور صحیح تفسیر کونسی ہوگی۔ نہایت مدلل رسالہ ہے اس کے شروع میں مسئلہ تقلید کی پوری تنقید ہے۔ قیمت ۸۰۔

الكتاب المستطاب فی رد فضل الخطاب

یہ رسالہ مولوی انور شاہ کے رسالہ فصل الخطاب کا جواب ہے اس میں مولوی انور شاہ کے لفظی اور معنوی اغلاط کا نقشہ بھی ہے جس کو دیکھ کر حقیقت بے نقاب ہو جاتی ہے۔ اس رسالہ کی مدت سے لوگوں کو انتظار تھی۔ سو الحمد للہ چھپ گیا۔

قریباً ۳۷۸ صفحہ کا ہے قیمت ۴۰۔

رسالہ زیارت قبر نبوی

اس میں اس مسئلہ کی تحقیق ہے کہ زیارت قبر نبوی کی نیت سفر کرنا کیسا ہے اور جائز طریق کونسا ہے۔ قیمت ۱۰۔

بنی معصوم

یہ ایک مختصر رسالہ ہے۔ عیسائیوں کے ایک رسالہ کا جواب ہے جس میں عیسائیوں نے قرآن مجید سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گنہگار ہونا اور عیسیٰ علیہ السلام کا پادشاہ ہونا ثابت کر کے نتیجہ نکالا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ہی خلیفہ بنے کو قابل ہیں نہ کوئی اور اس رسالہ میں عیسائیوں کی اس بات کا جواب دیا کہ اگر میں دس سوال کہوں ہیں جن کا جواب عیسائیوں کے پاس نہیں۔ قیمت ۱۰۔

اہل بیت کے امتیازی مسائل

اس رسالہ کے نام ہی سے ظاہر ہے کہ اس میں کیا مسائل ہیں یا وہ اس کے مولوی اشرف علی کے رسالہ الاقتصاد کا مکمل جواب ہے۔

اہل سنت کی تعریف۔ اس رسالہ کے نام ہی سے ظاہر ہے کہ کیا ضروری رسالہ ہے۔ یہ کتاب چار سو صفحات پر مشتمل ہے۔ صرف ۲۰ اشاعت فنڈ کے اور ۳۰ محصور لوگ اکوا کر کے اہل حدیث کی تعریف۔ اس رسالہ کے دو حصے ہیں ایک چھپ چکا ہے جس کی قیمت ۱۳۰ ہے۔

صلی کا پتہ ۱۰۰۔ ناظم مدر اہل حدیث روپڑ ضلع انبالہ